سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر: ۷	اکتوبر ۲۰۱۲ء تا مارچ ۲۰۱۳ء	شمارہ نمبر: ۱، ۲

ایڈیٹر

(مولانا) سید نظام الدین

خط وکتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail:aimplboard@gmail.com

ایڈیٹر پرنٹر وپبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی -۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی -۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	پیغام	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۳
۲	اداریہ	(حضرت) مولانا سید نظام الدین	۵
● اجلاس عام			
۱	۲۳/رواں اجلاس عام بورڈ بمقام اجین کا ایجنڈا و نظام الاوقات	ادارہ	۷
● مسلم پرسنل لا بورڈ اور اس کی سرگرمیاں			
۱	مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	وقار الدین لطیفی	۸
۲	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ لکھنؤ	مولانا رضوان احمد ندوی	۱۹
۳	ہمدردان ملت کے نام ایک اہم مکتوب	(حضرت) مولانا سید نظام الدین	۲۵
۴	اجین کی ایک مختصر تاریخ	الحاج حافظ محمد تقی	۲۶
۵	اجین اجلاس بورڈ کی اہمیت اور خصوصیت	مفتی محمد ذکاء اللہ شبلی	۲۸
۶	مسلم پرسنل لا بورڈ نے ملک وملّت کیلئے نمایاں خدمات انجام دی ہیں	مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی	۳۱
۷	مسلم پرسنل لا بورڈ-حمیت اسلامی کا آئینہ دار ہے	مولانا نظام الدین فخر الدین	۳۲
● اصلاح معاشرہ			
۱	اسلام میں عورتوں کے حقوق	حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	۳۳
۲	مسلم پرسنل لا	محمد عبد الرحیم قریشی	۳۸
۳	مسلم سماج میں طلاق کا بے جا استعمال	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	۴۱
۴	نکاح میں ولی کے کردار کی اہمیت	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۴۳
۵	خواتین کا حق میراث	ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی	۴۶
۶	تعدد ازدواج شریعت اسلامی کی روشنی میں	مولانا نور الحق رحمانی	۵۰
● نظام قضا			
۱	نظام قضاء کی اہمیت وضرورت	مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی	۵۵
● متفرق			
۱	دعوت فکر وعمل	حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ	۵۸
۲	متبنّیٰ بل ۱۹۷۲ء-ایک جائزہ	حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ	۶۳
۳	انصاف خود انصاف چاہتا ہے	مولانا سید محمد ولی رحمانی	۶۷
● مسلم پرسنل لا کنونشن ۱۹۷۲ء کی جھلکیاں			
۱	مسلم پرسنل لا کنونشن ۱۹۷۲ء ــــــ بھولی بسری یادیں	وقار الدین لطیفی	۷۰
۲	خطبۂ افتتاحیہ	پرنس ڈاکٹر نجم الدینؒ	۷۱
۳	خطبۂ استقبالیہ	جناب محمد یوسف پٹیلؒ	۷۳
۴	خطبۂ صدارت	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	۷۴
۵	اسلامی قوانین شخصی کا مرتبہ ومقام-عقل اور تجربہ کی روشنی میں	حضرت مولانا محمد یوسفؒ	۷۸
۶	عمومی خطابات	ادارہ	۸۰
۷	مسلم پرسنل لا کنونشن ۱۹۷۲ء کی منظور شدہ قراردادیں	ادارہ	۹۵

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ألحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، وعلىٰ اٰله وصحبه أجمعين، و بعد.

اس ملک کے دستور میں اقلیت واکثریت اور متعدد مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کا جوحق دیا گیا ہے، اس کے تحت مسلمانوں کو اپنے مذہبی ضوابط کے مطابق عمل کرنے کا اختیار حاصل ہے، اس اختیار کی بناء پر بھی مسلمان اس ملک کو اپنا ملک سمجھتے ہیں، اور دیگر اہل ملک باشندوں کی طرح اس کی حفاظت اور ترقی کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، لیکن دستور کے دیئے ہوئے اس حق کے قائم رہنے کو خطرہ پیش آنے لگے، یا اس کو بدل دینے کی کوشش کی جانے لگے، تو مسلمانوں پر یہ لازم ہوجاتا ہے کہ اس کے بقاء وتحفظ کے لیے جو بھی دستوری طریقے ہیں ان کو اختیار کریں۔

چنانچہ آج سے تقریباً نصف صدی قبل مسلمانوں کے مذہبی قوانین میں ترمیم کی آواز جب اٹھی، اور اس کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہوا، تو ضرورت محسوس کی گئی تھی کہ اس حق کو باقی رکھنے کی پوری کوشش کی جائے، اور وہ کوشش مشترکہ ومتحدہ پلیٹ فارم سے ہو، اسی اہم اور مشترکہ کوشش کے لیے ''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' کی تشکیل عمل میں لائی گئی، تاکہ شریعت اسلامی پر عمل کرنے کے حق کے راستے میں جو رکاوٹ پیدا کی جارہی ہو، اس کا مقابلہ کیا جائے، اس کے لیے کوشش کے تین میدان اختیار کئے گئے، ایک تو عدالت سے رجوع کرنا، دوسرے حکومت کے ذمہ داروں کو توجہ دلانا، تیسرے اس کے سلسلہ میں جمہوری بیداری کے ذرائع اختیار کرنا۔

چنانچہ شریعت اسلامی کے کسی معاملہ میں مداخلت کی آواز جب بھی کسی طرف سے اٹھائی گئی تو ان تین پہلوؤں میں جس پہلو کو مفید سمجھا گیا اختیار کیا گیا، اور حسب موقع جمہوری بیداری کا ذریعہ بھی اختیار کیا گیا، اس کے اثر سے مسلمانوں کی متحدہ آواز سامنے آئی، جس کے ذریعہ حکومت کے ذمہ داروں کو مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ کرایا گیا، اور اگر معاملہ کورٹ کا ہوا اور کورٹ کی طرف سے مدد نہیں ملی، تو دستور سازی کے ذمہ داروں کو متوجہ کیا گیا، چنانچہ اس کا فائدہ ہوا، اور ایک اہم مسئلہ میں حکومت وقت کی طرف سے پارلیمنٹ میں قانون بنوانے کی کوشش میں کامیابی ملی، اور اس سے شریعت اسلامی کے مطلوب حق کا تحفظ ہوا، اور مسلمانوں کے مذہبی معاملات کا تحفظ ہوا، لیکن کچھ دنوں سے اس متعلقہ قانون کی تشریح نچلی عدالتوں میں ایسی کی جانے لگی ہے، جو مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے تحفظ کے خلاف واقع ہورہی ہے، ہمارے بورڈ کے سامنے اس کی مثالیں آرہی ہیں، اور بورڈ اس کے لیے ضروری فکرمندی اور توجہ سے کام لے

رہا ہے، بورڈ نے اپنی جدو جہد کا دائرہ کار شریعت اسلامی کے تحفظ کے حد میں رکھا ہے، اور وہ اس کو اسی حد میں رکھنا ضروری سمجھتا ہے، ملت اسلامیہ کے دیگر معاملات دوسری ملی جماعتوں کے دائرہ کار میں انجام پاتے ہیں، بورڈ کے متعلقین اور دیگر حضرات کو بھی اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

بابری مسجد کا مسئلہ استثنائی طور پر بورڈ کے ذمہ آ گیا تھا، جس کو بورڈ کر رہا ہے، اس کے سلسلے میں نچلی عدالت نے جو فیصلہ سنایا اس کے تدارک کے لیے مسئلہ کو عدالت علیا میں لے جانا ضروری سمجھا گیا۔

شریعت اسلامی کے تحفظ کے سلسلہ میں ایک یہ بات بھی بہت قابل توجہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل کرنے کے اختیار کے تحفظ کی جو بات ہماری طرف سے کہی جاتی ہے، اس کے ساتھ خود ہمارا عمل بھی اس کے مطابق ہونا چاہئے، اس کے لیے بورڈ نے اصلاح معاشرہ کا شعبہ قائم کیا، جو حسب استطاعت کام انجام دے رہا ہے، لیکن ملک میں مسلمانوں کی آبادی وسیع ہے اور پورے ملک کے اطراف میں پھیلی ہوئی ہے، لہذا اس سلسلے میں کام کا میدان بہت پھیلا ہوا اور وسیع ہے، اس کے لیے یہ ذمہ داری تنہا بورڈ کے ذمہ داروں تک محدود رہنا نا کافی ہے، یہ ضروری کام ہے اور زیادہ سے حضرات کی توجہ کا محتاج ہے، یہ صرف کوئی ایک ادارہ پوری طرح انجام نہیں دے سکتا، اس کے لیے سارے اہل حق کی طرف سے توجہ وکارکردگی کی ضرورت ہے، اصلاح معاشرہ کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی پرسنل لاء یعنی شریعت اسلامی کے احکام اور ہدایات ہماری زندگی میں جاری وساری کرنے کا اہتمام کیا جائے، تاکہ غیروں کی طرف سے یہ کہنے کا موقع نہ ہو، کہ آپ جس حق کا مطالبہ کرتے ہیں، خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

انسان کی ذاتی زندگی کے اعمال واطوار اس کے ذہنی فکر وخیال کے مطابق ہوتے ہیں، اگر ہماری ذاتی زندگی میں اسلامی احکام پر عمل ظاہر نہیں ہو رہا ہے، تو اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ ہماری فکر وخیال عمل سے خالی ہے، اس کے لیے خانہ مردم شماری میں یا عام بول چال میں نام کا استعمال کافی نہیں، جب تک کام عملی طور پر اس کے مطابق نہ ہوں، بعض لوگوں کا نام متقی بعض کا نام عابد اور زاہد ہوتا ہے، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ متقی کے نام سے موسوم شخص واقعی متقی اور عابد نام والا واقعی عبادت گذار ہے یا زاہد کے نام سے پکارے جانے والے شخص میں زہد کی صفات ہیں، لہذا مسلمان صرف نام سے نہیں ہوتا، بلکہ اس اسلام کے نقطہ نظر اور عمل کا حامل ہونا بھی ضروری ہے۔

اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جب ہم عدالتوں سے کہتے ہیں کہ فلاں فیصلہ شریعت اسلامی کے قانون کے خلاف ہے، تو اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اسلامی شریعت کو معلوم کر کے اوّلاً اس پر خود عمل کریں، اس طرح شریعت کے معاملات میں ہم مفتی یا قاضی سے دریافت کر کے مسئلہ حل کر سکتے ہیں، اس کے لیے بورڈ نے دارالقضاء کا نظام جاری کیا ہے، اس نظام کو زیادہ سے زیادہ عام اور کارگر بنانے کی ضرورت ہے، اور اس فکر وجدوجہد کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے، کہ وہ شریعت اسلامی کے تحفظ کا صرف مطالبہ یا تذکرہ کرنے پر اکتفاء نہ کریں، بلکہ اس کے لیے جدوجہد بھی اختیار کریں۔

اداریہ

ملت اسلامیہ اور مسلم پرسنل لا بورڈ

سید نظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک داعی امت بنایا ہے: کنتم خیرامة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر (آل عمران: ۱۱۰) اور اس کو وہ آخری آسمانی کتاب عطا فرمائی گئی ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قیامت تک جس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے: انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون (الحجر: ۹) یہ کتاب صرف عقائد و عبادات ہی کو واضح نہیں کرتی، بلکہ زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں رہنمائی کرتی ہے، جس کا ایک اہم ترین شعبہ وہ احکام ہیں جو سماجی زندگی سے متعلق ہیں۔ جس میں رشتوں کی بنیاد پر ایک دوسرے سے متعلق ذمہ داریوں کا اور حقوق کا ذکر ہے، بالعموم تمام رشتوں کی بنیاد نکاح پر ہوتی ہے، نکاح ہی کے ذریعہ مرد اور عورت کیلئے سسرالی رشتے وجود میں آتے ہیں۔ والدین کے نکاح ہی سے انسان کا دادیہال اور نانیہال متعلق ہے، اور خاندان کی یہی تین بنیادی شاخیں ہیں، اس لئے شریعت میں نکاح کے ذریعہ پیدا ہونے والی قرابتوں، اور ان قرابتوں کی نسبت سے مختلف افراد کے حقوق و فرائض کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

خود قرآن مجید میں ان سے متعلق احکام و قوانین کو واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔

یہ قوانین موجودہ اصطلاح میں ''پرسنل لا'' کہلاتے ہیں۔ اس میں بہت کم احکام وہ ہیں جو فقہا کے قیاس واجتہاد پر مبنی ہیں۔ زیادہ تر احکام قرآن وحدیث کی صراحتوں سے ثابت ہیں، اسی لئے یہ بات لازمی طور پر مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں شامل ہے، اس لئے بجا طور پر حکومت سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ شریعت کے ان قوانین میں کوئی دخل نہ دے، مسلمانوں کو اپنے مذہبی قوانین پر عمل کرنے کی آزادی رہے، نیز ہمارے لئے ان قوانین کی وہی تشریح وتعبیر معتبر ہے جو ہمارے معتمد علماء اور مجتہد فقہا کرتے آئے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں ہم حکومت سے اس کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں، وہیں خود اپنے آپ کو بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے، کیا ہم نے خود ان قوانین کو سمجھا ہے؟ ان احکام کو ان کی روح کے ساتھ مصلحت کی روشنی میں برادران وطن کو سمجھایا ہے؟ یا ہم ایسا کرنے سے قاصر رہے ہیں؟ کیا ہم خود ان احکام پر عمل کرتے ہیں؟ یا ہماری عملی زندگی قانون شریعت سے ہٹی ہوئی ہے؟ کیا ہم باہمی نزاعات کو فصل خصومات کے ان شرعی اداروں تک لے جاتے ہیں، جہاں شریعت کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں؟ یا ہم حقیر مادی مفادات کیلئے ان عدالتوں تک پہونچ جاتے ہیں، جہاں بعض اوقات قانونِ شریعت کی غلط تشریح کی جاتی ہے؟

''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' نے ان تمام جہتوں سے قانون شریعت کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ بورڈ کی لیگل کمیٹی ایوان قانون میں پیش ہونے والے بلوں کا اور عدالتوں میں فیصل ہونے والے مقدمات کا جائزہ لیتی رہتی ہے، کہ اس میں کہاں قانون شریعت میں دخل اندازی ہوتی ہے، اور اس کے تدارک کی کیا صورت ہے؟ تفہیم شریعت کمیٹی شرعی احکام کے سمجھانے اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کیلئے ہے، اصلاح معاشرہ کمیٹی اس بات کیلئے کام کرتی ہے کہ مسلمانوں کی ذہن سازی کی جائے، کہ وہ خود احکام شریعت پر عمل کریں، دارالقضاء کمیٹی نظام قضا کو قائم کرے اور اسے مستحکم کرنے کیلئے جدوجہد میں لگی ہوئی ہے، یہ تو مستقل کمیٹیاں ہیں اس کے علاوہ بعض مسائل پر ان کی خصوصی اہمیت اور زیادہ توجہ کی ضرورت کے پس منظر

میں بورڈ نے سب کمیٹیاں بھی بنائی ہیں۔اس طرح بورڈ مختلف جہتوں سے قانون شریعت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔

بورڈ کی سب سے بڑی طاقت اس کے پیچھے پوری ملت اسلامیہ ہند کی تائید وتقویت ہے، اس یکجہتی کو توڑنے اور مسلمانوں کی اس اعلیٰ ترین تنظیم میں شگاف پیدا کرنے کی بہت سی کوششیں کی گئیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد اور امت کی فراست، دانشمندی، اور استقامت کی وجہ سے انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

یہ شمارہ جب آپ کے ہاتھوں میں ہوگا تو بورڈ کا ۲۳ رواں اجلاس عام ہندوستان کی قدیم تاریخی سرزمین ''اُجین'' میں ہورہا ہوگا۔ یہ اجلاس ایسے وقت منعقد ہورہا ہے جب مسلمان اپنے مذہبی تشخصات کے سلسلہ میں مختلف مسائل سے دوچار ہیں۔اعلیٰ عدالتوں کے متعدد فیصلے قانون شریعت سے براہ راست متصادم ہیں، بورڈ ان میں فریق بنا ہے، لیکن اہل نظر کا احساس ہے کہ ان قوانین کی اصلاح پارلیمنٹ میں ترمیمی بل کے ذریعہ بھی ہوسکتی ہے، اوراس کے لئے طویل جدوجہد کی ضرورت ہے، نکاح رجسٹریشن کا قانون مختلف ریاستوں میں کچھ اس طرح کا آیا ہے، جو مسلمانوں کیلئے ناقابل قبول ہے، بورڈ کا مطالبہ ہے کہ دارالقضا کو لوک عدالت کا درجہ دیا جائے، قانون میراث اور متبنّٰی کے مسئلہ میں ایسی درخواستیں عدالت میں داخل کی گئیں ہیں، کہ اگر ان کے حق میں فیصلہ ہوگیا، تو یہ براہ راست شریعت اسلامی سے متصادم ہوگا۔ قانون وقف ۲۰۱۰ء میں بہت سی خامیاں تھیں، بورڈ کے مطالبہ پر اسے سلیکٹ کمیٹی کے حوالے کیا گیا تھا، ممکن ہے اس اجلاس تک ترمیم شدہ قانون وقف آجائے، خدا کرے یہ خامیوں سے خالی ہو، لیکن اگر ایسا نہیں ہوا تو بورڈ کی جدوجہد جاری رہے گی۔اس طرح کے بعض اور مسائل بھی ہمارے سامنے ہیں، ان حالات میں ہمارا فریضہ ہے کہ بورڈ جب بھی ہمیں آواز دے ہم اس کی آواز پر لبیک کہیں، اپنی یکجہتی کو برقرار رکھیں، اور خود اپنے آپ پر اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے شریعت کے احکام کو نافذ کریں، خواہ اس میں ہمارا مادی نقصان ہی کیوں نہ ہو!

۞۞۞

بقیہ: اجین اجلاس بورڈ کی اہمیت اور خصوصیت

میں اپنی اس تحریر کو وقت کے بڑے نباض اور امت کی روحانی پستی سے خوب واقف اوراس کے معالج دینی وملی عظیم پیشوا سکریٹری بورڈ شیخ طریقت مخدوم المکرّم حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم العالیہ کے کلکتہ اجلاس بورڈ ۲۰۰۸ء میں خطاب کے اقتباس پر تکمیل کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں جو ہمہ وقت ہر جگہ اور ہر حال میں ایک پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔حضرت نے فرمایا:

''اس نازک وقت میں سرکار ذی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح دسترخوان پر لوگ دوسروں کو بلایا کرتے ہیں، تمہارے خلاف بھی قومیں ایک دوسرے کو بلائیں گے۔کسی نے سوال کیا (یا رسول اللہؐ) کیا اس دن ہماری تعداد تھوڑی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، تمہاری تعداد بہت ہوگی ـــــــ لیکن تمہاری حقیقت سیلاب کے جھاگ کی سی ہوگی، خدا تعالیٰ تمہارے وقار اور وزن کو مخالفوں کے دل سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں 'وھن' ڈال دینگے۔کسی نے پوچھا اللہ کے رسولؐ! 'وھن' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی محبت، اورموت سے ناگواری''۔(مشکوۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام امت کے ہر فرد کے لئے دعوت فکر ہے اور یہ فیصلہ امت کو کرنا ہوگا اسے ''قلب و روح'' عزیز ہے یا اس کا ''معدہ'' وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ''راز زندگی'' اور ''نسخہ جاودانی'' کو دل میں اتارنے کیلئے تیار ہے یا نہیں''!

فرمایا یقین کیجئے دینی فکر اور مذہب سے سچا عشق اور اس پر عمل ''شاہراہ حیات'' ہے، روحانی قدروں کو اپنے اندر سمولینا ''زندگی کی معراج'' ہے۔اور ایسی ہی زندگی کے لئے **لا خوف علیهم ولا هم يحزنون** (نہ کسی قسم کا خوف اور نہ غم) کی بشارت ہے۔

ہم محاسبہ نفس بھی کریں اور اصلاح معاشرہ بھی اور یہ بھی بتاتے چلیں کہ 'حب الدنيا راس كل خطيئة' کہ دنیا کی محبت ہر غلطی کی جڑ ہے۔

۞۞۞

ایجنڈا اور نظام الاوقات

تئیسواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، جامعہ سراج العلوم اجین، مؤرخہ ۲۲/۲۳/۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء روز جمعہ، سنیچر، اتوار

ادارہ

افتتاحی نشست

مؤرخہ ۲۲/ مارچ ۲۰۱۳ء روز جمعہ بعد نماز مغرب

(اس اجلاس میں جملہ اراکین و مدعوئین شریک ہوں گے)

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت قرآن مجید ۲۔ تجاویز تعزیت

۳۔ خطبہ استقبالیہ ۴۔ خطبہ صدارت

۵۔ خطبہ صدارت پر اظہار خیال

دوسری نشست

مؤرخہ ۲۳/ مارچ ۲۰۱۳ء روز ہفتہ صبح ۹/ بجے تا دوپہر ۲/ بجے

(اس اجلاس میں صرف ارکان اساسی شریک ہوں گے)

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت کلام پاک

۲۔ افتتاحی کلمات ــــــــ جنرل سکریٹری بورڈ

۳۔ اساسی ارکان کی خالی نشستوں پر انتخاب

۴۔ میقاتی ارکان کا انتخاب

۱۱/ بجے وقفہ چائے آدھ گھنٹہ:

اس نشست میں اساسی اور میقاتی ارکان شریک ہوں گے

۱۔ آئندہ میقات کے لئے صدر بورڈ کا انتخاب

۲۔ بورڈ کے (۴۰) ارکان عاملہ کا انتخاب

تیسری نشست

مؤرخہ ۲۳/ مارچ ۲۰۱۳ء روز ہفتہ بعد نماز مغرب

(اس اجلاس میں بورڈ کے جملہ ارکان اور مدعوئین کرام شریک ہوں گے)

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت کلام پاک

۲۔ سابقہ اجلاس بورڈ (ممبئی) کی کارروائی کی توثیق

۳۔ جنرل سکریٹری کی رپورٹ اور اس پر اظہار خیال

۴۔ صدر محترم کی طرف سے دس ارکان عاملہ اور عہدیداروں کی نامزدگی

۵۔ مالی صورتحال۔ خازن کی رپورٹ، گوشوارہ حساب و سالانہ بجٹ کی پیشی برائے منظوری

چوتھی نشست

مؤرخہ ۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء روز اتوار صبح ۹/ بجے تا دوپہر ۲/ بجے تک

(اس اجلاس میں جملہ ارکان بورڈ اور مدعوئین کرام شریک ہوں گے)

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت کلام پاک

۲۔ نئے وقف بل کا جائزہ۔ کے۔ رحمٰن خان صاحب نے اعلان کیا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے بجٹ سیشن میں نیا بل پیش کریں گے اور اس طرح یہ بل ہمارے اجلاس سے پہلے پیش ہو جائے گا۔

۳۔ ڈائرکٹ ٹیکسس کوڈ۔ اس میں ترمیمات کے لئے نمائندگی اور کل مذہبی وفد کی تشکیل ہو سکے تو اس کے ذریعہ بھی نمائندگی۔

۴۔ مسلم پرسنل لا کے موضوعات سے تعلق رکھنے والے عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کا جائزہ۔

۵۔ وقوعِ طلاق اور نفقہ مطلقہ کے تعلق سے عدالتوں کے خلاف شریعت فیصلوں کا تدارک۔

۶۔ اصلاح معاشرہ کی مہم کو موثر بنانے کی تدابیر۔

۷ دیگر امور بہ اجازت صدر

۸۔ اعلامیہ اجین

جلسہ عام:-

۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء بعد نماز مغرب (ناناکھیڑا اسٹیڈیم اندور روڈ، اجین)

مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں

(مختصر رپورٹ)

مرتب: وقارالدین لطیفی

- آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بائیسویں اجلاس عام ممبئی کے بعد ۱۵؍جولائی ۲۰۱۲ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس لکھنؤ میں ہوا جس میں درج ذیل قرارداد منظور کی گئی:

۱۔ ''مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ۱۵/ جولائی ۲۰۱۲ء بمقام دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو منعقدہ یہ اجلاس آر۔ٹی۔ای سے دینی مدارس کے مستثنیٰ کرنے کے اقدام کو تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے اور حکومت کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس نے مسلم پرسنل لا بورڈ کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا ہے۔

۲۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ بورڈ نے بالمشافہ گفتگو او تحریری یادداشت کے ذریعہ بار بار اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ موجودہ قانون وقف ۲۰۱۰ء میں سنگین خامیاں موجود ہیں اس کی بعض دفعات قانون شریعت کے مطابق نہیں ہیں، نیز اس قانون کی وجہ سے وقف کے مفادات کو نقصان ہوگا بورڈ اور بہت سے اوقاف کا تحفظ خطرہ میں پڑ جائے گا تبادلہ خیال کے درمیان وزارت اقلیتی امور کی ذمہ دار شخصیتوں نے اس کو قبول بھی کیا لیکن عملاً موجود قانون میں مسلمانوں کے مطالبہ کے مطابق ترمیمات لانے سے گریز کیا جارہا ہے، حکومت اور بالخصوص وزارت قانون اور وزارت اقلیتی امور کو سنجیدگی کے ساتھ اس پر توجہ دینی چاہئے اور یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ موجودہ قانون وقف ۲۰۱۰ء موجودہ شکل میں مسلمانوں کے لئے قطعاً ناقابل قبول ہے۔

۳۔ بورڈ اس بات کا مخالف نہیں ہے کہ نکاح کی تفصیلات کا ریکارڈ محفوظ کرنے کی غرض سے نکاح کا رجسٹریشن کرایا جائے لیکن نکاح کے لئے اس کو لازم کردینا شرط کے درجہ میں رکھنا یا ایسے نکاح کو غیر معتبر قرار دینا جو رجسٹرڈ نہ ہو، مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے، اور یہ شریعت اسلامی میں مداخلت ہے اس لئے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو چاہئے کہ نکاح کے لئے رجسٹریشن کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس کی ترغیب دے لیکن اس کو لازم نہ کرے، نیز وقف بورڈ یا مسلمانوں کے ایسے ادارے جو نکاح کے ریکارڈ کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتے ہوں تو نکاح کے معاملہ میں اس رجسٹریشن کو کافی سمجھا جائے۔

عاملہ کا یہ اجلاس بورڈ کے فیصلوں کو روبہ عمل لانے کے سلسلہ میں درج ذیل امور طے کرتا ہے:

ا۔ نفقہ مطلقہ اور تحکیم کے مرحلہ سے گزرے بغیر دی جانے والی طلاق کے سلسلہ میں سپریم کورٹ کے بشمول مختلف عدالتوں نے جو فیصلے دئے ہیں وہ واضح طور پر قانون شریعت سے متصادم ہیں اور ان کا تدارک ضروری ہے بحالت موجودہ اس کے لئے پارلیمنٹ کے ذریعہ قانون سازی کے سوا کوئی اور راستہ نظر نہیں آتا اس لئے اس مسئلہ کو بھی آئینی حقوق بچاؤ مہم کا حصہ بناتے ہوئے مسلمانوں میں بیداری پیدا کی جائے جلسوں او رسمیناروں کے ذریعہ حکومت تک مسلمانوں کے جذبات پہونچائے جائیں اور اس سلسلہ میں قانون سازی کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالا جائے۔

ب۔ یہ بات تشویشناک ہے کہ سپریم کورٹ کے حکم کے نتیجہ میں مختلف ریاستیں نکاح کے رجسٹریشن کا قانون بنارہی ہیں جس میں ایک تو رجسٹریشن کو لازم قرار دیا گیا ہے دوسرے شرعی اعتبار سے اور بھی بہت سی خامیاں ہیں اس لئے (الف) لازمی رجسٹریشن کے سلسلہ میں جو کمیٹی پہلے سے موجود ہے اور

اس کے کنوینر ڈاکٹر قاسم رسول الیاس ہیں وہ بورڈ کے ذمہ داران ارکان سے مدد لیتے ہوئے مرکزی سطح پر اس قانون کی اصلاح کے لئے کوشش کریں (ب) کمیٹی نے پہلے جو رپورٹ تیار کی تھی اور مجوزہ قانون میں ترمیمات کے لئے جو مشورے دئے تھے اب ریاستوں میں جو قوانین بنائے گئے ہیں اس کو سامنے رکھ کر کمیٹی مزید غور کرے اور ضروری ترمیمات کا مشورہ دے (ج) جن ریاستوں میں یہ قانون بن چکا ہے ان میں ریاست کے ارکان بورڈ اور دیگر مؤقر شخصیات کو لیکر کمیٹی بنائی جائے جو وہاں کی حکومتوں سے نمائندگی کرے اور اس قانون میں بورڈ کے موقف کے مطابق ترمیم کرانے کی مؤثر کوشش کرے خاص کر تملناڈو میں فوری طور پر کمیٹی بنائی جائے جہاں اس قانون کو سختی سے نافذ کیا جارہا ہے اور وہاں بورڈ کا ایک ڈیلی گیشن چیف منسٹر سے ملاقات کرے جس میں ریاست کے ارکان بورڈ کے علاوہ بورڈ کے بعض ذمہ داران بھی شریک رہیں، اس کے علاوہ جن ریاستوں میں ابھی یہ قانون نہیں آیا ہے وہاں بھی ارکان بورڈ کی کمیٹی بنادی جائے جو پہلے سے اس سلسلہ میں کوشش کرے کیونکہ قانون بننے سے پہلے ایسی کوشش زیادہ سودمند ہوتی ہیں۔ بورڈ کے صدر محترم ریاستی کمیٹیوں کی تشکیل کے مجاز ہوں گے اور کنوینز اور ارکان مقرر کریں گے۔ پارلیمنٹ کے ذریعہ جن ترمیمات کو منظور کرانا ضروری ہو جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب جلد سے جلد اس کا مسودہ تیار کرلیں تا کہ جب مہم چلائی جائے اور اس سلسلہ میں حکومت کے نمائندوں سے ملاقات کی جائے تو یہ مسودہ ان کے سامنے رکھا جاسکے۔"

- مجلس عاملہ کی دوسری نشست ،مؤرخہ ۳ رفروری ۲۰۱۳ء کو لکھنؤ میں منعقد ہوئی جس کی مکمل روداد الگ سے شریک اشاعت کی جارہی ہے۔البتہ اس نشست کے بعد اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ کی طرف سے حسب ذیل پریس نوٹ جاری کیا گیا:

LUCKNOW,Feb-3,

The Executive committee of All India Muslim Personal Law Board held its meeting here today. Moulana Rabey Nadvi, Rector, Nadwatul Ulama was in the chair. The meeting decided to impress upon the government of India and secular political parties that the Muslims of the country are mostly aggrieved upon and perturbed over interference in religious matters and therefore steps should be taken forthwith for amending those laws whose wrong interpretation is giving way for interference in the Religious affairs of the Muslims. The meeting also felt that the CBI is not prosecuting the Babri Masjid demolition case properly in the Rae Bareilly court and in hesitant to examine all witnesses before the court. The Board demanded from the Govt. of India, the Union Home Ministry and higher authorities of the CBI to instruct the prosecuting CBI officials to produce and examine all witnesses as speedily as possible before the court to punish the culprits. The meeting was attended by its vice presidents Moulana Salim Quasmi, Moulana Kalbe Sadiq, Moulana Fakhruddin Ashraf Kachochavi,General Ssecretary Moulana Nizamuddin ,Asst general secretary M.A Rahim Quraishi, secretary, Moulana Khalid Saifullah and among members Mr, Zafariyab Jeelani advocate, Mr Qsim Rasool Ilyas, Mr Kamal Farooqi, Moulana Salman Hussaini, Moulana Khalid Rasheed, Moulana Rafiq Qasmi and Moulana Nusrat Ali of Jamate Islami, Moulana Ather Ali, Moulana Dr Yaseen Ali Usmani, Treasurer Prof. Riaz Umar , Mohd

Adeeb M.P and others. they decided to vigorously pursue Islahe Muashira (reformation of society) programme. On the direct taxes code which is proposed to replace income tax and wealth tax acts, The Muslim Personal Law demanded that the exemptions and concessions which are being provided to religious trusts and charitable cum religious trust should be continued and these provisions be Incorporated in the direct taxes code otherwise the code as it is before the parliament will cause anger and uproar not only in Muslims but also in all religious communities. The meeting was informed that the General Body Meeting of the All India Muslim Personal Law Board will be held in Ujjain, M.P in March this year. The meeting was informed that a large numbers, in thousand Muslim youngmen are languishing in jails against whom after several years no charge sheet has been filed. And almost all of those whose cases were tried before courts have been acquitted and declared innocent. The Muslim community is concerned and highly aggrieved on this and emphatically insists that against whom the police even after several years was unable to file charge sheet be released and discharged of the offence and the Govt should pay compensation to those who have been acquitted and proceed against those police officers who falsely implicated these youngmen.

● اسی عاملہ کی میٹنگ میں یہ طے کیا گیا تھا کہ بابری مسجد سی بی آئی کیس رائے بریلی میں تیزی لانے کے لئے وزیراعظم کو صدر محترم کی جانب سے ایک خط روانہ کیا جائے چنانچہ مؤرخہ ۵/فروری کو درج ذیل خط بھیجا گیا:

Honorable Sri Manmohan Sing

Prime Minister of India, New Delhi

Sub.: Prosecution of Babri Masjid demolition case at Rae Bareli Court by CBI, Regarding

Respected Sir,

The demolition of Babri Masji at Ayodhiya on Dec. 06, 1992 was the darkest criminal act in the history of independent India, Two FIRs, were filed by the police and the cases of this crime are being tried at two special courts, One in Rae Bareli and the other at Lucknow. The Central Bureu of Investigation had investigated the case and is prosecuting the same in these courts. The CBI particularly in the criminal case before the Rae Bareli court is proceeding at snail's speed and seems uninterested and unconcerned in its serious trail. Till now only (34) witnesses have been examined and the CBI seems to close the evidence, If it does so, it will be harmful to the case and the Union Government and the CBI may be blamed for conspiring for acquitted of the culprits.

In these circumstance we request you, in the name of justice and fairplay to

India Muslim Personal Law Board in its meeting held on Feb. 3, 2013 at Lucknow observed that your government seems less serious in execution of the promise made by your party and assurance gain by you.

In these circumstances, I on behalf of the All India Muslim Personal Law Board would advise you to move speedily for amending the Zamindari Law as promised and to incorporate the same in the Revenue Code 2006 and oblige.

● اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت پر مبنی فلم کی اشاعت پر بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی طرف سے وزیر اعظم ہند کے نام ۱۴ر ستمبر ۲۰۱۲ء کو درج ذیل خط روانہ کیا گیا:

Hon'ble Shri Manmohan Singh
Prime Minister of India, New Delhi.

Dear Sir,

The muslims all over the world are agitating and organizing demonstrations before US and some European Embassies and Consulates protesting against a film deceptively titled "Innonce of Muslims" in California USA. Because this film has been produced with an intention to insult the personality of the Holy Prophet (SAWS) and there are dialogues which promote hatred and sentiments of enmity against Prophet Mohammed (SAWS).

In these circumstances the All India Muslim Personal Law Board demands of you as the Prime Minister of India to convey the deep hurt felt by the Indian Muslims and instruct the CBI to speedily produce all witnesses listed in the charge sheet and to pursue the case seriously and to see to it all the evidence relating to guilt of the accrued persons in brought on the record of the court. Kindly instruct the Union Government agency CBI for this cause and oblige.

Yours Sincerely

● اسی عاملہ کی میٹنگ میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ وزیر اعلی اتر پردیش کو بھی صدر بورڈ محترم کی جانب سے یوپی زرعی زمین میں خواتین کے حق وراثت کے قانون سازی میں ترمیم کے عمل کو جلد مکمل کرنے کے سلسلہ میں مؤرخہ ۵ر فروری کو درج ذیل خط بھیجا گیا:

Sri Akhilesh Yadav
Chief Minister of U.P, Lucknow

Sub.: Amending the abolition of Zamindari Act to enable Female relations daughter, mothers etc. To inherit-Regarding

Dear Sir,

We, the office bearers and members of All India Muslim Personal Law Board, were pleased to receive your letter in the session of the Board at Mumbai on April 20-22, 2012 as through this letter you assured us that the Zamindari Abolition Act 1950 would be amended as suggested by this Board for creating the right to inherit for married daughters and other female relations like mother etc. But till this date no tangible action has been taken by your government.

The Executive Committee of All

other justice loving citizens of India to and to impress upon Mr. Barack Obama, President of the USA to take deterrent action against those who produced and those who worked in this condemnable film and also against Pastor Terry Jones of Florida who had supported of this film. The All India Muslim Personal Law Board further demands that exhibition of this mischievous film in our country or of its trailer should be banned and such prohibition should also cover social media like google, Utube and like.

I may remind you that our country has a tradition of banning writings and books which hurt religious sentiments of any section of the people and therefore the prohibition of that mischievous film will be in keeping with the traditions of our country.

Soliciting expeditious response.

● اس کے بعد اسی تعلق سے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی طرف سے حسب ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا:

نئی دہلی: ۱۸ ستمبر ۲۰۱۲ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے وزیر اعظم منموہن سنگھ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت پر مبنی فلم کے تعلق سے صدر امریکہ بارک اوباما سے کہیں کہ اس فلم کے بنانے والوں اور اس میں کام کرنے والوں کے علاوہ پیاسٹر ٹیری جونس کے خلاف سخت عبرتناک کاروائی کریں اور ساری دنیا کے مسلمانوں سے معافی چاہیں۔ وزیر اعظم ہند سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ وہ شرانگیز فلم کی ہمارے ملک ہندوستان میں مکمل یا جزوی نمائش یا ٹریلر دکھانے پر سخت پابندی عائد کردے اور یہی پابندی سوشیل میڈیا یا یوٹیوب وغیرہ پر عائد کردے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے وزیر اعظم کے نام ایک مراسلہ میں بورڈ کی جانب سے یہ مطالبات کئے ہیں۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی نے کہا کہ شرانگیز فلم پر جہاں دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ وہیں ہندوستان کے نہ صرف مسلمان بلکہ انصاف پسند دیگر ہندوستانیوں میں غم وغصہ کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والی کتابوں پر پابندی کی روایت رہی ہے اس لئے وزیر اعظم کو ایسا قدم اٹھانے سے چوکنا نہیں چاہیے۔ انھوں نے عام تبصرہ میں کہا کہ یہودی امریکہ کے مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں اب تو تحقیقاتی کتابوں کے بعد امریکی ایوان نمائندگان کے رکن ڈیویڈ ڈیوک کے بیان سے یہ بات واضح ہو چکی ہے ۱۱/۹ میں طیاروں کے اغوا اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرانے کا شرمناک اور تباہ کن واقعہ بھی یہودیوں کی سازش تھی جس نے امریکہ کو انتہائی جارحیت پسند ملک بنا دیا۔ امریکہ کے صاحبان اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے مفادات کا تحفظ کریں اور ان عناصر کو سختی سے کچل دیں جو ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

رپورٹ تفہیم شریعت کمیٹی (اجلاس ممبئی تا اجلاس اُجین)

مؤرخہ: ۲ ستمبر ۲۰۱۲ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کینیڈی ہال میں ایک اجلاس ہوا، جس میں شعبۂ قانون کے اساتذہ، طلبہ وطالبات کے علاوہ مغربی یوپی کے مختلف شہروں سے وکلاء نے شرکت کی، اس پروگرام کے داعی بورڈ کے معزز رکن پروفیسر ڈاکٹر سعود عالم قاسمی صاحب تھے، سکریٹری بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کلیدی خطبہ دیا اور اس بات پر توجہ دلائی کہ یونیورسٹی کے شعبۂ قانون میں مسلم پرسنل لا کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے، ریسرچ کے طلبہ سے ایسے مقالات لکھوائے جائیں، جو قانون شریعت سے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مد ومعاون ہوں اور علماء شریعت سے بھی ان کا ارتباط ہو، شعبۂ قانون کے مختلف اساتذہ نے بھی خطاب کیا اور سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔

مؤرخہ: ۲۰/جنوری ۲۰۱۳ء کو دار القضا کمیٹی احمد آباد کے تحت شہر احمد آباد میں تفہیم شریعت کی مناسبت سے ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، بورڈ کے معزز رکن مفتی احمد دیولوی صاحب نے اجلاس کی صدارت کی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کلیدی خطبہ دیا اور حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے، اس اجلاس میں تقریباً ڈھائی سو مرد وخواتین وکلاء، دانشوران اور بعض ریٹائرڈ ججز نے شرکت کی۔

تفہیم شریعت کے سلسلہ میں ایک اہم پیش رفت یہ ہوئی ہے کہ کچھ دردمند اور داعیانہ ذہن کی حامل بہنوں نے حیدرآباد میں ''تفہیم شریعت کمیٹی برائے خواتین'' کے نام سے ایک کمیٹی قائم کی ہے، جو اپنے تمام پروگرام بورڈ کی مرکزی تفہیم شریعت کمیٹی کے مشورہ سے انجام دیتی ہے، اس کمیٹی نے یکم دسمبر ۲۰۱۲ء کو نمائش میدان حیدرآباد میں خواتین کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد کیا، جس کا عنوان تھا: ''عائلی قوانین کی مصلحتیں'' جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری نے اجلاس کی صدارت فرمائی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کلیدی خطبہ پیش کیا، رکن بورڈ ڈاکٹر شکیل صمدانی (علی گڑھ) کے علاوہ محترمہ ثمینہ تحسین، محترمہ جلیسہ سلطانہ یٰسین ایڈوکیٹ، ڈاکٹر قدوسہ سلطانہ، محترمہ مہ جبین نے خطاب کیا، اس سیمینار میں ۵۵/کالجس، مدارس واسکولس سے ساڑھے چار ہزار طالبات اور خواتین نے شرکت کی، ۳۲/خصوصی بسوں کا انتظام کیا گیا اور اخیر میں بہ اتفاق رائے تجویز منظور کی گئی کہ مسلمان خواتین کے لئے مسلم پرسنل لا میں کسی بھی قسم کی مداخلت ناقابل قبول ہے۔

اسی اجلاس میں یہ بات طے کی گئی کہ حیدرآباد وسکندرآباد میں لڑکیوں کے تعلیمی اداروں میں تفہیم شریعت کے پروگرام منعقد کئے جائیں؛ چنانچہ ایک مہم کے طور پر ۲۷/سیمینار منعقد ہوئے، ہر سیمینار میں خواتین و طالبات کی تعداد دوسو تا ڈھائی سو رہی، جن سے زیادہ تر بہنوں نے اور حسب ضرورت مرد حضرات نے بھی خطاب کیا۔

۱۴/جنوری ۲۰۱۳ء کو اسی کمیٹی کے تحت اسلام میں خواتین کا تحفظ کے عنوان سے ایک سیمینار خواجہ مینشن مانصاحب ٹینک کے وسیع ہال میں ہوا، جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ نے صدارت فرمائی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کلیدی خطبہ دیا، جناب مولانا محمد عارف الدین کلیم ندوی صاحب، محترمہ جلیسہ سلطانہ یٰسین ایڈوکیٹ، ڈاکٹر قدوسہ سلطانہ، محترمہ رفعت سیما، محترمہ مہ جبیں سلطانہ نے خطاب کیا، اس میں بھی طالبات اور تعلیم یافتہ خواتین کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔

اورنگ آباد میں امارت شرعیہ مرہٹوارہ کے تحت مستقل طور پر ''تفہیم شریعت کمیٹی'' قائم ہے، جس میں علماء وکلاء کے اشتراک سے مسلم پرسنل لا کے مختلف موضوعات پر پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں، بحمد اللہ یہ سلسلہ جاری ہے۔

کمیٹی نے ۱۴-۱۶/مئی کو خواتین اور لڑکیوں کے لئے ایک سہ روزہ ورکشاپ کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے، جس میں دس خطبات کے ذریعہ پورے مسلم پرسنل لا کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس میں حیدرآباد شہر سے فقہ اور افتاء سے تعلق رکھنے والے علماء اور مسلم پرسنل لا سے آگاہ اصحابِ دانش سے وقت لیا گیا ہے، اُمید ہے کہ احکام شریعت اور اس کے حِکَم ومصالح کو سمجھنے اور سمجھانے میں یہ بہت مفید اور مؤثر پروگرام ثابت ہوگا۔

اصلاح معاشرہ

پانڈیچری

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی کے تحت ۱۶/جون ۲۰۱۲ء بمقام میرا مسجد، پانڈیچری میں خواتین کیلئے محترمہ عرشیہ عرفان صاحبہ کی کنوینر شپ میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی۔ محترمہ خدیجہ خواجہ صاحبہ نے اس کنونشن میں درس قرآن کے ذریعہ اس کانفرنس کا آغاز کیا اور محترمہ فاطمہ مظفر صاحبہ (جنرل سکریٹری آئی یو ایم ایل) نے تامل زبان میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری زندگی کے تمام مسائل کا حل شریعت اسلامی میں ہے۔ شریعت کی اتباع سے مسلم سماج کے روز بہ روز اٹھنے والے عائلی مسائل کا حل بہ آسانی نکالا جا سکتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ نوجوان نسل

میں اسلامی تعلیمات کی کمی، لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ہمارے مسائل کا کوئی حل نہیں نکلتا۔ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن مجلس عاملہ بورڈ نے کہا کہ پانڈیچری میں فرانس کی تہذیب کے ابدی و گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔شوہروں کے طویل عرصے تک وطن سے دور رہنے اور بیویوں کی حقوق کی عدم ادائیگی کی وجہ سے بیشمار عائلی و ازدواجی مسائل بڑھتے جارہے ہیں۔ جس کا حل ہمیں شریعت میں تلاش کرنا چاہیے اور اسلامی اصولوں کے خلاف کسی اور اصول وطریقہ کو اپنانا سراسر گناہ اور اللہ کے پاس قابل گرفت ہے۔ شریعت اسلامی اللہ کا نازل کردہ قانون ہے۔جس کے تمام اصول انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔شریعت اسلامی پر مکمل عمل کرنے سے خاندان و معاشرہ کی تمام برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم خواتین اصلاح معاشرہ کیلئے اٹھ کھڑی ہوں تاکہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل ممکن ہوسکے۔تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی کا مقصد یہی ہے کہ مسلم معاشرہ کی تعمیر وتشکیل شریعت اسلامی کی بنیادوں پر ہو۔

حیدرآباد

۱۸/دسمبر ۲۰۱۲ء کو پریسیڈینٹ فنکشن ہال حیدرآباد میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ملک گیر اصلاح معاشرہ کمیٹی (برائے خواتین) کا اہم پروگرام منعقد ہوا، جس میں محترمہ بشریٰ ندیم صاحبہ نے اخلاقی خوبیوں کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ غیبت، چغل خوری، جھوٹ، فحش کلامی، جھوٹی گواہی، ایکدوسرے کا مذاق اڑانا، بدگمانی، برے الفاظ کا استعمال، حسد، بغض وعداوت، دشمنی، کینہ کپٹ، دھوکہ، خیانت یہ تمام باتیں اسلام کے اصول وآداب زندگی کیخلاف ہیں۔انھوں نے کہا کہ بحیثیت بندہ مومن ومومنہ کے ہر مسلمان مرد وعورت، لڑکا ولڑکی کو اخلاقی خوبیوں کو پروان چڑھانے کیلئے اپنے اندر نیکی، تقویٰ، پرہیزگاری، سچائی، خیرخواہی، خلوص، امانتداری، ایفائے عہد، صبر وتوکل جیسے صفات کو پیدا کریں۔محترمہ میمونہ سلطانہ صاحبہ نے اصلاح معاشرہ کی ضرورت کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت اسلامی نے پاکیزہ اسلامی سوسائٹی کی تعمیر اور تشکیل میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔تمام گندگیوں، آلودگیوں اور شرمناک باتوں سے نفس، عقل، جسم اور روح کو پاک کردیا جس طرح صاف وشفاف پینے کے پانی کو موریوں اور گندے پانی سے پاک کیا جاتا ہے تاکہ عوام کی صحت درست اور تندرست رہے۔اسی طرح اسلام نے عفت وعصمت، عزت و شرافت کی پاکیزگی، بلندی اور حفاظت کیلئے وہ تمام تدابیر اختیار کئے جسکی وجہ سے فرد، خاندان اور سوسائٹی محفوظ رہے۔انھوں نے کہا کہ فطری ضرورتوں اور جائز خواہشات کا پورا خیال رکھا گیا اور نکاح کا آسان سہل طریقہ سنت نبویؐ میں بتلا کر تمام اخلاقی بے راہ روی پر روک لگادی گئی۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ وارننگ دی کہ فحش وبے حیائی کے قریب نہ پھٹکو۔

کٹک اڑیسہ

۲۵/دسمبر ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ، ۳/بجے سہ پہر کٹک کے وائی ڈبلیوسی اے ہال میں محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن بورڈ نئی دہلی کی نگرانی اور جناب سید تنویر احمد صاحب کے تعاون سے پہلی مرتبہ ایک کامیاب خواتین کانفرنس منعقد ہوئی۔کانفرنس کا آغاز قرأت کلام پاک سے ہوا۔محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن بورڈ، نئی دہلی نے اپنے افتتاحی کلمات میں اس کانفرنس کو منعقد کرنے کے مقاصد کو بیان کیا۔محترمہ قمر سلطانہ صاحبہ سکریٹری آل اڑیسہ ویمنس ویلفیئر فیڈریشن کا تعارف پیش کیا۔محترمہ تہنیت اطہر صاحبہ رکن بورڈ، حیدرآباد نے ''مسلم پرسنل لا کی اہمیت اور خواتین کی ذمہ داریاں'' کے عنوان پر مخاطب کیا۔ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، حیدرآباد نے ''موجودہ مسلم سماج میں خواتین کو درپیش چیلنجز'' کے عنوان پر خواتین وطالبات کو مخاطب کیا۔محترمہ مسرت شریف صاحبہ نے فیڈریشن کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔محترمہ مریم ملا صاحبہ، ایجوکیشنسٹ، محترمہ تاباں سلیم صاحبہ، محترمہ زیبائش فاطمہ صاحبہ اور محترمہ تفہیم اختر صاحبہ کے علاوہ جناب سید تنویر صاحب نے بھی مخاطب کیا۔تقریبا ۵۰/سے زائد خواتین وطالبات اس کانفرنس میں شریک تھیں۔

بھونیشور

۲۶/دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار ساڑھے گیارہ بجے دن بھونیشور کے ریڈکراس بھون میں خواتین وطالبات کیلئے کانفرنس منعقد ہوئی۔کانفرنس کا

آغاز درس قرآن سے ہوا۔محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن بورڈ، نئی دہلی نے اپنے افتتاحی کلمات میں اس کانفرنس کو منعقد کرنے کے مقاصد کو بیان کیا۔ محترمہ قمر سلطانہ صاحبہ، سکریٹری آل اڑیسہ ویمنس ویلفیئر فیڈریشن کا تعارف پیش کیا۔محترمہ تہنیت اطہر صاحبہ رکن بورڈ، حیدرآباد، ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن عاملہ بورڈ، حیدرآباد، محترمہ مسرت شریف صاحبہ، محترمہ مریم ملا صاحبہ ایجوکیشنسٹ، محترمہ تاباں سلیم صاحبہ کے علاوہ جناب سید تنویر صاحب نے بھی اجلاس کو خطاب کیا۔اس کانفرنس میں قریب کے چھوٹے چھوٹے قصبات سے بھی کافی خواتین وطالبات نے شرکت کیں۔تقریباً ۱۵۰؍سے زائد خواتین و طالبات شریک تھیں اور ۵۰؍سے زائد مرد حضرات نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔

اسی دن سہ پہر ساڑھے تین بجے منتخب ومتحرک خواتین کی ایک خصوصی نشست منعقد کی گئی، جس میں خواتین کو درپیش مختلف سماجی و عائلی مسائل، ناخواندگی، غربت کے خاتمے اور انٹر کاسٹ میرجس جیسے اہم موضوعات پر گفتگو کی گئی، ان خواتین کو اصلاح معاشرہ کی سرگرمیوں کو منظّم و مستقل انداز میں جاری رکھنے کیلئے رہنمائی کی گئی۔

مسلم سماج برائیوں وگناہوں، جہالت وظلمت کے اندر ڈوب رہا ہے۔ایسے نازک وقت میں ہم سب کا انفرادی واجتماعی فریضہ ہیکہ شریعت اسلامی کے مطابق معاشرے کی اصلاح کریں اور اسلامی معاشرہ کی ٹھوس بنیادوں پر تعمیر نو کا کام کریں۔ان خیالات کا اظہار محترمہ میمونہ فاطمہ صاحبہ رکن تحفظ شریعت کمیٹی نے آج این ایچ فنکشن ہال، ٹولی چوکی، حیدرآباد کے اصلاح معاشرہ پروگرام میں خواتین و طالبات کو مخاطب کرتے ہوئے کیا۔ انھوں نے کہا کہ خواتین و طالبات دعوت وترغیب کے ذریعہ صالح پاکیزہ زندگی کی بنیاد ڈالیں۔شادی بیاہ سے متعلق جہیز، گھوڑے جوڑے اور نقد رقوم کے مطالبات کیخلاف قدم اٹھاتے ہوئے مانجھے، مہندی، سانچق جیسی غیر اسلامی رسومات کا خاتمہ کریں۔خاندان کے لوگوں میں پائی جانے والی سماجی روایات وناجائز کاموں کے سدباب کیلئے اصلاحی کوششوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔انھوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لڑکیوں کی اسلامی تعلیم سے ناواقفیت، دین وایمان سے دوری، محرم ونامحرم کا فرق، حجاب کی حقیقی اہمیت سے ناواقفیت، خوف خدا میں کمی، آخرت میں جواب دہی کے عدم تصور نے کئی گمراہ کن راستے ان کیلئے کھول دیئے ہیں۔ہماری نوجوان نسل مغربی تہذب و باطل افکار ونظریات کو اپنا کر فخر وانبساط محسوس کررہی ہیں۔اور یہ سمجھ رہی ہیکہ آزادی و ترقی انہی راہوں کے ذریعہ مل سکتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہیکہ ہماری ملت کی مائیں فوری اس گمبھیر مسئلے کی

دہلی پروگرام

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اصلاح معاشرہ کمیٹی کی خواتین کا ایک اہم پروگرام ۲۰؍جنوری ۲۰۱۳ء کو دہلی میں ہونا طے کیا گیا جس کے سلسلہ میں ۱۹؍جنوری ۲۰۱۳ء کو درج ذیل پریس نوٹ اخبارات کو جاری کیا گیا:

ملت کی بقا وتحفظ کامیابی ونجات صرف شریعت اور قوانین اسلامی کو اپنانے اور زندگی کو اس کے مطابق استوار کرنے ہی میں مضمر ہے، یہی وہ واحد راستہ ہے جس کی جانب قرآن وسنت میں رہنمائی کی گئی ہے، ہندوستان میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مسلم پرسنل لا کے تحفظ ونفاذ کے سلسلہ میں مسلسل فکرمند اور کوشاں رہا ہے، بورڈ کے نزدیک معاشرے کی دینی بنیادوں پر درستگی واصلاح، مسلم سماج کو اسلامی قوانین سے واقف وآگاہ کرانے کی مربوط جدوجہد، اور صحیح معلومات فراہم کرنے کی تحریک، نیز مسلم سماج میں درآئی غیر اسلامی رسوم ورواج کے ازالہ کی کوشش ایک ترجیحی نقطہ رہا ہے، بورڈ نے مستقل اس کے لئے اصلاح معاشرہ نام کی ایک کمیٹی تشکیل دی جو اول دن سے اس پہلو پر کام کررہی ہے، اور پوری توجہ اور اہمیت کے ساتھ مسلسل اس عنوان پر پورے ملک میں سرگرم عمل ہے۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی اصلاح معاشرہ کمیٹی کی خواتین سیل کا ایک اہم پروگرام ۲۰؍جنوری ۲۰۱۳ء کو نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں منعقد ہورہا ہے، خواتین سیل کی ذمہ دار محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے اپنے اخباری بیان میں فرمایا کہ ملک کی راجدھانی دہلی میں چلتی بس کے اندر اور ملک کے مختلف شہروں میں اجتماعی عصمت دری کے بڑھتے واقعات کے تناظر میں بورڈ کی خواتین سیل نے عورتوں کے تحفظ کے لئے مہم چلانے کا فیصلہ کیا ہے

اوراس کی شروعات ملک کی راجدھانی دہلی سے خواتین کا تحفظ کے عنوان سے کیا جارہا ہے جس میں خاص طور پر سماجی بدلاؤ اور عورتوں کے تئیں عزت واحترام اور محبت پیدا کرنے لئے یہ اہم سیمینار منعقد کیا جارہا ہے، اس مہم میں بورڈ کی ارکان خواتین کے علاوہ فلاحی وسماجی خدمت گار خواتین بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں۔

انہوں نے مزید اپنے بیان میں بتایا کہ یہ سیمینار وقت کی اہم ضرورت ہے اس میں دہلی اوراس کے قرب وجوار کی ماؤں بہنوں سے بھی انہوں نے درخواست کی ہے کہ وہ اس سیمینار کو کامیاب بنائیں یہ وقت ایک ساتھ چلنے کا ہے ہم سب ایک ساتھ ہوکر اس کے خلاف اپنی آواز بلند کریں ہمیں شریعت اسلامی کے مطابق اپنی ماؤں اور بہنوں کو زندگی گزارنے اوراس کے اصولوں کو اپنی زندگی میں اتارنے کی تلقین کرنا ہے اور ملک کو یہ پیغام دینا ہے کہ اسلام عصمت دری کو بالکل پسند نہیں کرتا ہے اسلامی تعلیمات میں اس کی سزا رجم (موت) ہے۔

کنوینر سیمینار محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ نے اپیل کی ہے کہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس سیمینار کو کامیاب بنا کر عنداللہ اجر وثواب کے مستحق بنیں۔

دہلی پروگرام کی رپورٹ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مرکزی اصلاح معاشرہ کمیٹی کی جانب سے خواتین وطالبات کیلئے ایک خصوصی سمینار بعنوان ''خواتین کا تحفظ'' بتاریخ: 20/ جنوری، 2013، بروز: اتوار، بوقت: 11 تا 2 بجے دن، بمقام: نیو ہرائزن اسکول، نظام الدین، نئی دہلی منعقد ہوا۔

اس سیمنار کا آغاز محترمہ میمونہ ثروت صاحبہ رکن بورڈ کے درس قرآن سے ہوا۔ انھوں نے سورہ نساء کی آیت ''**الرجال قوامون علی النساء**'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا ذمہ دار بنایا ہے۔ وہ عورتوں کے ہر حال میں نگہبان اور محافظ ہیں۔ سورہ نور کی آیات ۳۰ اور ۳۱ پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے کہا کہ مرد وعورت، لڑکے و لڑکیوں پر لازم ہیکہ جب بھی وہ گھر کے باہر نکلے تو اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور قابل ستر حصوں کی حفاظت کریں۔ یہ اللہ کا حکم ہے اسکی بجا آوری ہر ایک پر فرض ہے۔ محترمہ حسینہ حاشیہ صاحبہ رکن بورڈ نے خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تعلیم انسان کے اخلاق وکردار کو سنوارتی ہے۔ اچھے اور برے میں تمیز پیدا کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ آج کے اس سمینار میں، میں تمام عورتوں سے تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی اپیل کرتی ہوں۔ اور خواہش کرتی ہوں کہ طالبات وخواتین مکمل پردے کی پابندی کے ساتھ تعلیمی میدان میں آگے بڑھکر اپنی صلاحیتوں و خوبیوں کے جوہر دکھلائیں اور برائیوں کے خاتمے کیلئے متحدہ کوشش میں سرگرم ہوجائیں۔ ایک بہتر معاشرہ کی تشکیل کیلئے حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہیکہ وہ خواتین و طالبات کی حفاظت کیلئے مؤثر انتظام کرے۔ محترمہ سدرہ صدیقی صاحبہ ایم اے دہلی یونیورسٹی نے خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے حالیہ عصمت ریزی کے واقعہ کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعہ نے پورے سماج کو شرمندہ کردیا۔ انھوں نے کہا کے مخلوط تعلیمی ادارے موجودہ دور میں برائی کے محور بن گئے ہیں۔ دینی ومذہبی تعلیمات سے عدم واقفیت کی بناء پر طلباء و طالبات کے اخلاق وکردار اور رہن سہن کے طور طریقے یکسر بدل چکے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہیکہ اسلام نے خواتین کو جو اونچا درجہ دیا ہے اس کو ہم سب جانیں اور ہم سب قرآن وحدیث کی طرف لوٹیں، اگر ہم شریعت اسلامی کے تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے تو معاشرے میں پائی جانے والی برائیوں کی روک تھام کرسکیں گے اور اسلام میں ہی سارے مسائل کے حل موجود ہیں۔ محترمہ زینت مہتاب صاحبہ جوائنٹ کنوینر سمینار نے مخاطب کرتے ہوئے سورہ احزاب کی آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ خواتین و طالبات کو چاہئے کہ وہ گھروں سے باہر نکلیں تو سج دھج کر یعنی تبرج کے ساتھ نہ نکلیں۔ انکا سج دھج کے ساتھ نکلنا معاشرہ میں مردوں کو مشتعل کرسکتا ہے۔ اپنی قلبی کمزوریوں اور شرارتوں میں ڈوبے لوگ چھوٹی بڑی برائی میں ملوث ہوسکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تبرج کی جتنی نئی پرانی شکلیں ہیں وہ تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ایمان کیلئے مضر وشدید نقصاندہ ہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق اسلامی طور طریقوں کو رائج کرنا اور تبرج جاہلیہ کو اپنی زندگیوں سے

نکال باہر کرنا ہر عورت ولڑکی کی اہم ذمہ داری ہے۔ کنوینر سمینار محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن بورڈ نے سمینار میں شریک خواتین و طالبات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ رب العزت نے عورتوں کو اسلام میں بہت اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔ مائیں اپنے لڑکوں ولڑکیوں کی صحیح اسلامی خطوط پر تربیت کریں۔ انھیں ایمان کی اہمیت اور اسوہ رسولؐ سے واقف کروائیں۔ انکی ہر معاملے میں اسلامی انداز میں رہنمائی کریں۔ انھوں نے کہا کہ زندگی کے ہر امور میں لڑکے ولڑکیوں کے اندر پاکیزگی کو پروان چڑھائیں تاکہ وہ ہر برائی و فحش اور منکر سے نفرت کریں۔ اس کیلئے لڑکوں ولڑکیوں کو محرم رشتے، حجاب و پردہ کے احکامات و واجبات بتلائیں، گھر سے بے پردگی کا خاتمہ کریں، مائیں سب سے پہلے شرم وحیاء سے عاری سیریلوں اور فلموں کو گھروں میں دیکھنا بند کردیں۔ انھوں نے حرام ونامحرم مردوں سے میل جول رکھنے والے لڑکے لڑکیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دیکر انھیں دین اسلام سے قریب کرنا وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن عاملہ بورڈ نے خواتین کو قرآنی آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے مخاطب کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور بے حیائی کی باتوں کے قریب نہ پھٹکو خواہ کھلی ہو یا چھپی۔'' اس آیت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بچوں کی اسلامی تعلیم وتربیت اور کردار سازی سے عدم دلچسپی نے ہمارے نوجوان طبقہ کو بداخلاقی بے حیائی، فحش ومنکرات وبدچلنی اور کفر کی راہ پر گامزن کردیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ عصمت ریزی کے واقعات میں گذشتہ سالوں میں ۴ سو گنا اضافہ ہوا ہے۔ اکثر ریپ کے کیس میں رپوٹنگ نہیں ہوتی۔ ماڈرن سوسائٹی اور گلوبل کلچر کے نام پر ہماری ماؤں، بیٹیوں کی عزتوں کو برباد نہیں کیا جاسکتا۔ ضرورت اس بات کی ہیکہ ہم فکر، ذہن، نظر، اخلاق وآداب اور تہذیب میں روحانیت کی بنیاد پر تبدیلی لائیں۔ گھر سے لیکر تعلیمی ادارے اور ورک places پر حیاء، شرم، عزت وعصمت کا انقلاب برپا کیا جائے۔ اور نوجوان لڑکوں لڑکیوں میں اصلاح کے عمل کو تیز کیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ عورت کو ایسی آزادی چاہئے جسمیں اس کا بھرپور تحفظ ہو۔ ایسی آزادی نہیں چاہئے جسمیں عورت کی عزت، شرافت اور حیا پر ڈاکے ڈالے جاتے ہوں۔ عورت کی عزت، عصمت وتقدس کو بحال کرنے کیلئے خواتین کو آگے بڑھنے اور اصلاح معاشرہ کے کام کو تیز کرنے کی انھوں نے ترغیب دی۔

سمینار کے اختتام پر خواتین نے اپنے مطالبات میں کہا کہ:

۱۔ خواتین کے تحفظ کیلئے قانون سازی کے ساتھ ساتھ ماحول سازی کو یقینی بنائیں۔

۲۔ اسکولس، تعلیمی اداروں اور کام کرنے کے مقامات کو محفوظ بنانے میں مؤثر اقدامات کریں۔

عیدگاہ، عیش باغ، لکھنؤ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی کے زیر اہتمام ۳؍فروری ۲۰۱۳ء بروز اتوار بوقت سہ پہر تین بجے دن بمقام عیدگاہ عیش باغ، لکھنؤ میں بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن وامام عیدگاہ اور جامعہ نظامیہ فرنگی محل کے مہتمم مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب کی سرپرستی میں خواتین کا ایک اہم اجلاس بعنوان ''خواتین کا تحفظ'' محترمہ صفیہ نسیم صاحبہ رکن مجلس عاملہ بورڈ کی صدارت میں منعقد ہوا، اس اجلاس کے آغاز میں محترمہ نسیم اقتدار علی صاحبہ، رکن مجلس عاملہ بورڈ نے اپنے افتتاحی کلمات میں خواتین کے لباس کے احکامات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ ساتر اور پاکیزہ لباس عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت کا ضامن ہے۔ بے حیائی اور عریانیت کی وجہ سے آج عورت کی عزت کو ہر جانب سے خطرہ ہے۔ انھوں نے ماؤں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے بتایا کہ وہ اپنی اولاد کی اسلامی خطوط پر تربیت کریں اور بیٹیوں کے لباس پر توجہ دیں۔

اس سمینار میں محترمہ نور جہاں شکیل صاحبہ رکن مجلس عاملہ بورڈ، کولکتہ اور محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن بورڈ، دہلی نے بھی مخاطب کیا۔ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن مجلس عاملہ بورڈ کلیدی خطاب میں کہا کہ عورت کی عصمت، عزت اور تقدس کی حفاظت پورے سماج کی ذمہ داری ہے۔ یہ صرف حکومت کا کام نہیں یا پھر پولیس اور سیکوریٹی آفیسران کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ عورت کو خود اپنی حفاظت کی فکر کرنی چاہئے۔ آپ نے سورہ

نساء کی آیت ''آدمی قوام ہے عورتوں پر'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آدمی اپنی بیویوں، بیٹیوں، بہنوں وماؤں کا محافظ ونگہبان ہے۔خواتین کی حفاظت کیلئے اختلاط مردوزن سے اجتناب کرنے اور سفر کے دوران احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر زور دیا۔خواتین کی کثیر تعداد اس سمینار میں شریک تھیں۔

جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ دوبگہ لکھنؤ

اسی دن بعدنماز مغرب جامعۃ المومنات الاسلامیہ دوبگہ میں جامعہ کے سکریٹری مولانا نجیب الحسن صدیقی ندوی صاحب کی نگرانی اور جامعہ کی پرنسپل محترمہ سعیدہ نظام الحق صاحبہ اوروائس پرنسپل محترمہ آمنہ رضوان صاحبہ کی سرپرستی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی اصلاح معاشرہ کمیٹی برائے خواتین کا ایک اہم پروگرام منعقد ہوا۔جسمیں جامعہ کی طالبات کے علاوہ شہراور قرب وجوار کی ہزاروں خواتین نے شرکت کیں۔

اس اجلاس میں مدرسہ کی طالبات نے اصلاح معاشرہ کی اہمیت وضرورت، دور جدید میں خواتین کی حالت زار، شریعت اسلامی کے اہم نکات اور حلال وحرام سے متعلق احکامات پر تقاریر کیں۔محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن بورڈ، دہلی ،محترمہ نور جہاں شکیل صاحبہ، رکن مجلس عاملہ بورڈ، کولکتہ، ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن مجلس عاملہ بورڈ حیدرآباداور محترمہ عظمیٰ عالم صاحبہ، کولکتہ نے طالبات کو مخاطب کیا۔

اس اجلاس میں مقررہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھیں اوراس کام کیلئے آگے بڑھیں۔خیر امت کا جو لقب اللہ تعالی نے امت مسلمہ کو دیا ہے اس میں مرد وخواتین دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دعوت دین اور اصلاح معاشرہ کیلئے کام کریں، بے حیائی اور فحش دراصل عمل شیطان ہے۔ برائیوں اور بے حیائیوں کے سدباب پر زور دیتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کہ دور جدید کے چیلنجیز میں سب سے بڑا چیلنج ناجائز تعلقات، زنا اور بدکاری ہے۔جس کی وجہ سے گھر گھر تباہی، فرار کے واقعات اور خودکشی کی خبریں سننے اور پڑھنے کو مل رہی ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہیکہ والدین اور خاص کر ماں کی یہ اولین ذمہ داری ہیکہ وہ لڑکے اور لڑکیوں کو حیاء، شرم، عزت اور شرافت کی تربیت دیں۔لباس کے آداب، کھیل کود کے آداب، خوشیوں کے آداب، سیر وتفریح کے آداب سبقاً سبقاً پڑھائیں۔ والدین ٹی وی، انٹرنیٹ، موبائیل فون پر کنٹرول کرکے معصوم بچوں کے مستقبل کو محفوظ کرسکتے ہیں۔

وفیات

رکن اساسی بورڈ حضرت مولانا سلیمان سکندر صاحب حیدرآباد کا ۱۰/فروری ۲۰۱۳ء کو مالک حقیقی سے جاملے۔

غیر ارکان میں محترم جناب ڈاکٹر ابوالکلام صاحب رکن بورڈ (سہرسہ) کی اہلیہ محترمہ کا ۲/مارچ ۲۰۱۳ء کو، رکن بورڈ جناب عبدالرشید انجینئر صاحب (پربھنی) کے بھائی کا ۱۸/فروری ۲۰۱۳ء کو، مولانا عبید اللہ خاں اعظمی صاحب کی والدہ محترمہ کا ۲۷/نومبر ۲۰۱۲ء کو، جناب جاوید حبیب صاحب ترجمان بابری مسجد ایکشن کمیٹی کا ۱۱/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو، مولانا عبدالمنان صاحب اعظمی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپو کا ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو، مولانا افضال الحق جوہر قاسمی کارگزار صدر ابنائے قدیم دیوبند کا ۳۰/دسمبر ۲۰۱۲ء کو، مولانا محمد فاروق مفتاحی صاحب (رنگاریڈی' آندھرا دیش) کا ۳۰/نومبر ۲۰۱۲ء کو، مولانا تقی الدین ندوی مظاہری کی اہلیہ کا ۲۸/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو، جناب وکیل احمد انصاری صاحب ایڈوکیٹ (جونپور) کا ۶/نومبر ۲۰۱۲ء کو، جناب مصباح النبی حسنی صاحب رائے بریلی کا ۱۳/نومبر ۲۰۱۲ء کو، مولانا بدرالدین اجمل صاحب کے بھائی نظیر الحق اجمل کا ۱۰/دسمبر ۲۰۱۲ء کو، محترم صدر بورڈ کے بھانجے جناب سید حسن حسنی صاحب کا ۲/جنوری ۲۰۱۳ء کو اور محترم صدر بورڈ کے داماد مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی صاحب کا ۳۰/جنوری ۲۰۱۳ء کو، مولانا حامد الانصاری انجم جمال اثری صاحب سنت کبیر نگر یوپی کا ۱۷/فروری ۲۰۱۳ء اور مولانا محمد نوح القاسمی صاحب الوائے کیرالا ۹/مارچ ۲۰۱۳ء کو انتقال فرماگئے۔ اسی طرح اس دوران مولانا مظفر الحق ندوی کا نپوری اور مولانا سلمان مظاہری صاحب کی والدہ محترمہ نے بھی رحلت فرمائی۔ اللہ تعالی ان تمام مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے اوران کے درجات بلند فرمائے۔آمین

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ

مرتب: مولانا رضوان احمد ندوی

آج بتاریخ ۱۳/ فروری ۲۰۱۳ء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس معہد القران دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں درج ذیل ارکان مجلس عاملہ اور مدعوئین خصوصی نے شرکت کی۔

اراکین عاملہ

۱۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ — لکھنؤ
۲۔ مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ — لکھنؤ
۳۔ مولانا سید شاہ فخرالدین اشرف صاحب نائب صدر بورڈ — امبیڈکر نگر
۴۔ مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نائب صدر بورڈ — دیوبند
۵۔ مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ — پٹنہ
۶۔ جناب محمد عبد الرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ — حیدرآباد
۷۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ — حیدرآباد
۸۔ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ — دہلی
۹۔ مولانا احمد علی قاسمی صاحب — دہلی
۱۰۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب — دہلی
۱۱۔ ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب — دہلی
۱۲۔ جناب کمال فاروقی صاحب — دہلی
۱۳۔ مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب — لکھنؤ
۱۴۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب — لکھنؤ
۱۵۔ مولانا سید سلمان الحسینی ندوی صاحب — لکھنؤ
۱۶۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب (ایڈووکیٹ) — لکھنؤ
۱۷۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب — لکھنؤ
۱۸ حکیم مولانا محمد عبداللہ مغیثی صاحب — میرٹھ
۱۹۔ ڈاکٹر یسین علی عثمانی بدایونی صاحب — بدایوں
۲۰۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب — پٹنہ
۲۱۔ مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب — ممبئی
۲۲۔ الحاج جمیل منظر صاحب — کولکاتہ
۲۳۔ محترمہ بیگم نسیم اقتدار علی صاحبہ — لکھنؤ
۲۴۔ محترمہ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ — لکھنؤ
۲۵۔ محترمہ نور جہاں شکیل صاحبہ — کولکاتہ
۲۶۔ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ — حیدرآباد

مدعوئین کرام

۱۔ مولانا محمد رفیق قاسمی صاحب — دہلی
۲۔ جناب نصرت علی صاحب — دہلی
۳۔ مولانا سید محمد احمد صاحب — دہلی
۴۔ جناب محمد ادیب صاحب (ایم پی) — دہلی
۵۔ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب — پٹنہ
۶۔ مولانا رحمت اللہ میر قاسمی صاحب — جموں و کشمیر
۷۔ جناب منیر احمد خان صاحب — اندور
۸۔ مفتی ذکاء اللہ شبلی مفتاحی صاحب — اندور
۹۔ مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی صاحب — لکھنؤ
۱۰۔ مولانا سید محمد واضح رشید ندوی صاحب — لکھنؤ
۱۱۔ جناب شاہد حسین خانصاحب — لکھنؤ
۱۲۔ مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب — باندہ
۱۳۔ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ — دہلی

۱۴۔ ڈاکٹر رخسانہ نکہت لاری صاحبہ　　　لکھنؤ

۱۵۔ محترمہ عظمیٰ عالم صاحبہ　　　کولکاتہ

ایجنڈا(۱) کے تحت مفتی محمد ثناء الہدیٰ القاسمی صاحب نے کلام پاک کی آیات تلاوت فرمائی۔ تلاوت کلام پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا۔

ایجنڈا(۲) کے تحت اجلاس نے سابقہ کارروائی کی توثیق کی اور اس کے بعد

ایجنڈا(۳) کے تحت محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری نے اجلاس کو بتایا کہ پچھلے دنوں جناب جاوید حبیب صاحب ترجمان بابری مسجد ایکشن کمیٹی کا ۱۱/اکتوبر کو مولانا عبیداللہ خاں اعظمی صاحب کی والدہ محترمہ کا ۲۷/نومبر کو مولانا عبدالمنان صاحب اعظمی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا ۲۹/اکتوبر کو، مولانا افضال الحق جوہر قاسمی کارگزار صدر ابنائے قدیم دیوبند کا ۳۰/دسمبر کو، مولانا محمد فاروق مفتاحی صاحب (رنگاریڈی ،آندھرا پردیش) کا ۳۰/نومبر، مولانا تقی الدین ندوی مظاہری کی اہلیہ کا ۲۸/اکتوبر کو، جناب وکیل احمد انصاری صاحب ایڈوکیٹ (جونپور) کا ۶/نومبر کو، جناب مصباح النبی حسنی صاحب رائے بریلی کا ۱۳/نومبر، مولانا بدرالدین اجمل کے بھائی نظیر الحق اجمل کا ۱۰/دسمبر کو، محترم صدر بورڈ کے بھانجے جناب سید حسن حسنی صاحب کا ۲/جنوری اور محترم صدر بورڈ کے بھتیجے اور داماد مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی صاحب کا ۳۰/جنوری کو انتقال ہوا۔ نیز مولانا مظفرالحق ندوی کانپوری اور مولانا سلمان مظاہری صاحب کی والدہ محترمہ نے بھی رحلت فرمائی۔ اجلاس نے ان سانحات ارتحالات پر اظہار رنج والم کرتے ہوئے تعزیت کی اور صدر محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی توفیق کی دعا فرمائی۔

ایجنڈا(۴) کے تحت مسلم پرسنل لا بورڈ سے متعلق عدالتوں میں دائر مقدمات کے بارے میں محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے بتایا کہ:

(۱) ہم جنسی کے عمل کو جرائم کی فہرست سے خارج کرنے اور اس کو جائز قرار دینے کے دہلی ہائی کورٹ فیصلے کے خلاف سب سے پہلی اپیل آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے سپریم کورٹ میں فائل ہوئی جس کے بعد دوسروں نے بھی اپیلیں فائل کیں اس کیس میں بحث مکمل ہو کر کئی ماہ گزر چکے ہیں سپریم کورٹ نے فیصلہ محفوظ کر رکھا ہے مگر اب تک فیصلہ سنایا نہیں گیا اس مقدمہ میں بورڈ کی جانب سے جناب حذیفہ احمدی صاحب ایڈوکیٹ نے بحث کی

(۲) شبنم ہاشمی صاحبہ رٹ میں کوئی پیشرفت نہیں ہوئی ہے اس رٹ کے ذریعہ انھوں نے سپریم کورٹ سے یہ استدعا کی ہے کہ حکومت ہند کو قانون سازی کے لئے مسلمانوں کو بھی کسی کو گود لینے یعنی متبنیٰ بنانے کا حق دینے کی ہدایت جاری کرے، حالانکہ مسلم پرسنل لا بورڈ نے ۱۹۷۲ء میں ہی متبنّٰی بل کی سخت مخالفت کی اور اس کو واپس لے لیا گیا، اب عدالت کے ذریعہ یہ معاملہ لایا گیا ہے۔

(۳) اسی طرح وشوالوچن مدن ایڈوکیٹ کی رٹ میں بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے بورڈ کو تمام دارالقضا کو متوازی عدالت قرار دیتے ہوئے سپریم کورٹ سے یہ استدعا کی گئی ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو تمام دارالقضا بند کر دینے کا حکم جاری کرے کیونکہ آئین ہند متوازی عدالتوں کے قیام کی اجازت نہیں دیتا اور دارالعلوم دیوبند اور دیگر اداروں کو ہدایت دی جائے کہ وہ فتویٰ جاری کرنا بند کر دیں کیونکہ فتوؤں کی وجہ سے عدالتوں کو انصاف رسائی میں مشکلات پیش آتی ہیں، اس میں ہماری طرف سے جواب داخل کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اور اس رٹ میں حکومت نے جو جواب داخل کیا ہے وہ ہمارے موقف کی تائید میں ہے اور

(۴) بابری مسجد کی حقیت کے بارے میں سپریم کورٹ میں دائر اپیلوں میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ البتہ چند درخواستیں داخل ہوئیں جن میں ایک درخواست اہم ہے۔ اس میں الہ آباد ہائی کورٹ نے سپریم کورٹ سے مشاہدین(OBSERVERS) کو برخاست کرنے کی اجازت طلب کی ہے جو آثار قدیمہ کی جانب سے کھدائیوں کی نگرانی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ اس درخواست کی مخالفت ہماری جانب سے کی جائے گی کیونکہ مشاہدین کے ذریعہ ہمیں یہ اطمینان حاصل ہوسکتا ہے کہ بابری مسجد کی جگہ پر کوئی نیا کام نہیں ہو رہا ہے۔

(۵) کیرالا ہائیکورٹ میں قرآن وسنت سوسائٹی اور دیگر کی جانب سے رٹ زیر سماعت ہے جن میں اسلامی قانون وراثت کو دستور میں درج بنیادی حقوق سے متصادم ہونے کی بنیاد پر ملک میں ناقابل نفاذ قرار دینے کے لئے حکومت ہند کو ہدایت دینے کی استدعا کی گئی ہے۔ اس رٹ کی

اطلاع ملنے پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بحیثیت فریق رجوع ہو چکا ہے اور بورڈ کی نمائندگی کے بعد حکومت ہند نے جواب داخل کیا ہے۔ ابھی بحث باقی ہے ہماری کوشش یہ ہے کہ اس میں حکومت ہند کی جانب سے اٹارنی جنرل یا کوئی سالیسیٹر جنرل بحث کرے اور

(۶) کم سنی کی شادی کے معاملہ کے ایک کیس کی اپیل ممبئی ہائیکورٹ میں ہے اس میں بورڈ فریق بن چکا ہے۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ نے کہا کہ بابری مسجد کے معاملہ میں مشاہدین (OBSERVERS) کا رہنا ضروری ہے اس پر ۱۸/ فروری کو بحث ہے اس کے لئے کسی سینئر ایڈوکیٹ کی خدمات حاصل کی جائیں تا کہ مشاہدین برقرار رہ سکیں۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے بھوپال کے دارالقضا کے بارے میں بتایا کہ اس کو ہائیکورٹ نے قضاء کا کام کرنے سے روک دیا ہے۔ اس تعلق سے کچھ کیا جانا چاہیے۔ محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے بتایا کہ بھوپال کے نواب نے آزادی کے بعد اپنی ریاست کو ایک معاہدہ کے تحت انڈین یونین میں ضم کیا تھا اس معاہدہ کی رو سے نواب صاحب کی قائم کردہ مساجد کمیٹی کے تحت مساجد کے انتظام، دارالافتا اور دارالقضا کو جاری رکھنے کا حق تسلیم کرلیا گیا تھا۔ بعد میں اس معاہدہ میں ترمیم کر کے قضا کے اختیارات سلب کر دیئے گئے۔ اس ترمیم کے خلاف کوئی قابل ذکر کارروائی یا احتجاج نہیں ہوا۔ اس تعلق سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ دستور کی رو سے معاہدہ میں ترمیم وتبدیلی کا اختیار ریاستی یا مرکزی حکومت کو ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا حکومتیں اپنے طور پر تبدیل کرسکتی ہیں؟ ان امور کا دارالقضا کمیٹی جائزہ لے کر کیا کرنا چاہیے طے کرے۔ حافظ سید اطہر علی صاحب نے کہا کہ مدھیہ پردیش کے مسلم عوام اس دارالقضا کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔ اس کے لئے عوامی بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے کہا کہ دارالقضا کمیٹی کے لئے جن امور کا جائزہ لینے کی بات کہی گئی اس کام کو کرنا مشکل ہے۔ اس پر جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے اپنی خدمات پیش کیں اور اس کام کی ذمہ داری قبول کرنے کا اعلان کیا۔

ایجنڈا (۵) کے تحت خلاف شریعت عدالتی فیصلوں کے اثرات کے سدباب کے تعلق سے محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے کہا کہ سپریم کورٹ کے دو فیصلے احکام شریعت کے خلاف ہیں اور ان کے مضر اثرات مترتب ہو رہے ہیں۔ ایک فیصلہ شمیم آراء کیس کہلاتا ہے جس میں یہ فیصلہ دیا گیا کہ اگر تحکیم کو اختیار کئے بغیر اگر طلاق دی جائے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلہ سے پہلے جسٹس بحرالاسلام نے آسام ہائیکورٹ گوہاٹی کے جج کی حیثیت میں دیا تھا اور اس کے لئے شقاق کی آیت کو بنیاد بنایا تھا۔ لیکن شریعت میں ایسی کوئی پابندی اور ایسا کوئی لزوم نہیں ہے کہ طلاق دینے سے پہلے تحکیم ہو اور اس کے بعد ہی طلاق دی جاسکے گی۔ اس طرح کے سپریم کورٹ کے فیصلہ کے نتیجہ میں آج کئی مرد اور خواتین ایسی ہیں جو شرعی اعتبار سے طلاق کے بعد شوہر بیوی نہیں رہے، لیکن عدالتوں کے فیصلوں نے انھیں شوہر اور بیوی بنا رکھا ہے۔ سپریم کورٹ کا دوسرا فیصلہ دانیال لطیفی کیس ہے اس نوعیت کا فیصلہ شبانہ بانو کیس میں بھی دیا گیا جس کی رو سے ایسی مسلم مطلقہ جس کی اپنی کوئی آمدنی نہ ہو سابقہ شوہر سے تا عقد ثانی یا پھر تاحیات نفقہ پانے کی مستحق ہے۔ ہندوستان کی تمام عدالتیں سپریم کورٹ کے فیصلوں کے تابع اور ان ہی کے مطابق فیصلہ کرنے کی پابند ہیں۔ ملک بھر میں بڑی تعداد میں سابقہ شوہروں کو عدالتوں نے اپنی مطلقہ عورت کو عدت کی میعاد کے بعد بھی نفقہ دینے کا پابند بنا رکھا ہے۔ دانیال لطیفی کیس کے مضر اثرات کے دور کرنے کے سلسلہ میں اس وقت کے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی سے نمائندگی کی گئی اور انھوں نے یہ مسئلہ اس وقت کے مرکزی وزیر قانون مسٹر بھاردواج کے سپرد کیا تھا۔ جن سے کئی مرتبہ گفتگو کے بعد قانون حقوق مسلم مطلقہ ۱۹۸۶ میں ترمیمات کی تجویز مرتب ہوئی تھی لیکن الیکشن کی وجہ سے صورتحال بدل گئی اور بی جے پی کی قیادت میں این۔ڈی۔ اے حکومت برسراقتدار آئی۔ اس کے بعد کوشش یہ ہوئی کہ مسلم مطلقہ کے نفقہ کا کوئی کیس سپریم کورٹ تک پہنچایا جائے جس کو سماعت کے لئے قبول کر لینے کے بعد پرسنل لا بورڈ فریق بنے اور دانیال لطیفی اور شبانہ بانو کیس کے فیصلوں پر غور مکرر سپریم کورٹ سے کرایا جائے۔ لیکن سپریم کورٹ ان معاملات میں کسی اپیل یا نگرانی کو سماعت کے لئے ہی قبول نہیں کر رہا ہے۔ اس لئے پھر حکومت سے قانون حقوق مسلم مطلقہ میں ترمیم کے لئے نمائندگی کا راستہ رہ جاتا ہے۔ اجلاس لیگل سیل کو ہدایت دے کہ وہ ختم ماہ فروری تک ترمیمات کا خاکہ مرتب کرے اور اس کے بعد حکومت سے نمائندگی کی

جائے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کہا کہ یہ مسئلہ کئی میٹنگوں میں زیر بحث آیا ہے۔ آج ایک وفد تشکیل دیا جائے جو حکومت اور اس کے اعلیٰ حکام سے نمائندگی کرے۔ جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ نمائندگی کے ساتھ تحریک چلائی جائے۔ عدالتوں سے مسلسل خلاف شریعت فیصلے ہورہے ہیں۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے کہا کہ پہلے ترمیمات تیار کرلی جائیں اور اس کے بعد ملاقاتیں اور نمائندگی ہو۔ مولانا احمد علی قاسمی صاحب نے کہا کہ آج ۶۵ سال کا عرصہ آزادی کو ہورہا ہے، ہم کو دستوری تحفظ کے باوجود پس ماندہ اور کمزور کیا جارہا ہے۔ اس موضوع پر آج غور کرکے کچھ فیصلہ کیا جائے۔

اجلاس نے اس تجویز کو منظور کیا کہ سپریم کورٹ کی جانب سے فیصلوں کی بناء پر خلاف شریعت فیصلے عدالتیں دے رہی ہیں۔ ان فیصلوں کا جائزہ لے کر یہ فیصلے جن قوانین کی غلط تعبیر پر مبنی ہیں ان قوانین میں ایسی ترمیم کروائی جائے کہ یہ قوانین شرعی احکامات کے مطابق ہوجائیں اور ایسی ترمیمات کو جلد از جلد لیگل سیل مرتب کردے۔

جناب مولانا سید سلمان حسینی صاحب نے کہا کہ اسلامی شریعت کے تحفظ کے ساتھ اسلامی تشخص کی برقراری کا مسئلہ بھی ہے اس کے لئے عوامی مہم کی ضرورت ہے۔ عوامی طاقت کا مظاہرہ ضروری ہے اس سے سرکار پر اثر پڑتا ہے جب تک یہ نہیں ہوگا کامیابی نہیں ملے گی اس لئے پہلے عوامی تحریک چلے اور پھر وفد ارباب اقتدار سے ملے۔

مولانا رحمت اللہ میر قاسمی صاحب نے بتایا کہ جموں وکشمیر ہائی کورٹ کے جسٹس حسنین مسعودی نے طلاق کے بارے میں جو فیصلہ دیا ہے کہ طلاق سے قبل تحکیم ہو، طلاق دینے کی وجوہات بتائی جائیں اور طلاق گواہوں کی موجودگی میں دی جائیں اس کو واضح کرتا ہے کہ ہمارے جج صاحبان بھی قانون شریعت سے واقف نہیں ہیں ان کو واقف کرانے کی کوشش کی جائے۔ مجموعہ قوانین اسلامی ان تک پہنچایا جائے۔ اس فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست پیش ہوچکی ہے جس کو جسٹس حسنین مسعودی صاحب نے قبول کرلیا ہے نظر ثانی میں توقع ہے کہ وہ شرعی احکامات کو پیش نظر رکھیں گے۔ ڈاکٹر یسٰین علی عثمانی بدایونی صاحب نے کہا کہ ملک کے آئندہ وزیر اعظم کے لئے جو نام آرہے ہیں اس سے ملک کا رجحان سامنے آگیا ہے۔ سیاسی حالات کو سامنے رکھ کر حکمت کے ساتھ تحریک چلانے کی ضرورت ہے، صفیہ نسیم صاحبہ نے کہا کہ خود مسلمانوں میں اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے، ڈاکٹر رخسانہ نکہت لاری صاحبہ نے کہا کہ دارالقضا کو فعال بنانے کی ضرورت ہے اگر وہ مقدموں کے فیصلے صحیح اور جلد کریں گے تو کورٹس بھی اس کو محسوس کریں گے۔ محترمہ نے بتایا کہ مہاراشٹر میں سلمان رشدی کی کتاب کو نصاب میں داخل کیا جارہا ہے۔ اسلام نے اور حضور اکرمؐ نے جو باتیں عورتوں کے تحفظ کے لئے بتائی ہیں ان کو عوام میں عام کیا جائے۔ کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ مسلم ایم ایل ایز کو خصوصاً یو۔ پی میں شریعت اور شرعی احکامات سے واقف کرانے کی شدید ضرورت ہے۔ ترمیمات کے لئے نمائندگی کے سلسلہ میں ملک کے قانون دانوں کا ایک وفد بھی تشکیل دیا جائے۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب نے کہا کہ ائمہ مساجد کم از کم مہینے میں ایک بار دارالقضا کی اہمیت سے عوام کو واقف کرائیں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ مسلم نوجوانوں کی بے جا گرفتاریوں پر مسلم عوام میں بڑی تشویش ہے اس پر حکومت کو متوجہ کیا جائے۔

ایجنڈا (۶) کے تحت وقف بل کے تعلق سے محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو تفصیل سے بتایا کہ کس طرح ۲۰۱۰ء میں اس وقت کے مرکزی وزیر اقلیتی امور سلمان خورشید صاحب نے کس طرح عجلت میں وقف ترمیمی بل کو لوک سبھا سے منظور کروایا اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی تقریباً تمام تجاویز کو قبول کرنے کے باوجود راجیہ سبھا میں ان ترمیمات کے ساتھ بل پیش کرنے سے انکار کیا اور کس طرح راجیہ سبھا میں بل زیر غور لانے کے بجائے سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔ مرکزی کابینہ میں ردوبدل کے نتیجہ میں سلمان خورشید کے بجائے جناب کے رحمٰن خان صاحب کو وزارت اقلیتی امور کا قلمدان دیا گیا۔ سکریٹری پرسنل لا بورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی نمائندگی پر رحمٰن خاں صاحب نے بورڈ کی تجاویز کے بارے میں ان وزارت کی رائے لی اور اس سے ہم کو واقف کرایا۔ ان کی وزارت نے ہماری کئی تجاویز کو قبول کرلیا ہے اس کے باوجود چند اہم تجاویز ایسی ہیں جنھیں وزارت نے قبول نہیں کیا۔ ان کے تعلق سے بورڈ کی جانب سے ایک نوٹ وزیر موصوف کے حوالے کیا گیا کہ باقی تجاویز کے بارے میں بھی مثبت انداز میں غور کیا جائے۔ وزیر موصوف کی طرف سے یہ اشارہ ملا ہے وہ بجٹ سیشن

کے دوران بل پیش کریں گے جو بڑی حد تک ہماری تجاویز کے مطابق ہوگا، جناب قاسم رسول الیاس نے کہا کہ جناب رحمٰن خاں صاحب سے ملاقات میں انھوں نے بتایا کہ ہماری تقریباً تجاویز قبول کر لی گئی ہیں اور ان کے مطابق ترمیم کر کے بل پیش کیا جائے گا۔

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے فرمایا کہ مسلمانوں کے تحفظ اور تشخص کے لئے تحریک چلائی جائے، مضبوط انداز میں یہ ایک مستقل کام ہے، عوامی طاقت اس تحریک کے ساتھ ہو تو حکومت اس کو محسوس کرے گی۔ اس کے بغیر کامیابی نہیں مل سکتی۔ مولانا سلمان حسینی صاحب کی تجویز پر غور کیا جانا چاہیے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی اس تجویز سے اتفاق رہا کہ عوامی طاقت کے مظاہرے اور تحریک کی تجویز کے تعلق سے صدر بورڈ کو فیصلہ کرنے کا مجاز قرار دیا جائے۔

ڈائریکٹ ٹیکسیس کوڈ بل کے تعلق سے محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے بتایا کہ ڈائریکٹ ٹیکسیس کوڈ بل، لوک سبھا میں پیش ہو چکا ہے اگر یہ منظور ہو کر قانون بن جائے تو یہ موجودہ انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس قوانین کی جگہ لے گا۔ موجودہ انکم ٹیکس قانون میں مذہبی عبادت گاہوں اور مذہبی اداروں اور ٹرسٹس کو کوئی ٹیکس نہیں ہے اور مذہبی اور خیراتی اداروں کو کئی رعایتیں اور سہولتیں حاصل ہیں۔ یہ سب اس کوڈ کے نفاذ سے ختم ہو جائیں گی۔ بنگلور اور چینائی میں جو پروگرام بورڈ کے اس کوڈ کے خلاف ہوئے ان میں مٹھ کے مہنتوں، ہندو لیڈروں اور غیر مسلم قائدین نے بھی شرکت کی۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ جو رعاتیں اور سہولتیں عبادت گاہوں، مذہبی وخیراتی اداروں اور ٹرسٹس کو انکم ٹیکس قانون کے تحت حاصل ہیں ان کو باقی رکھا جائے اور پارلیمنٹ میں منظور کرانے سے پہلے کوڈ میں اس غرض کے لئے ترمیمات کی جائیں۔

جناب محمد ادیب صاحب نے کہا کہ مسلمانوں کو زیادہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہندو مٹھوں کے پاس بہت مال وجائیداد ہے اور وہ پریشان ہیں اور حکومت سے نمائندگی کر رہے ہیں۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے اس بل کے بارے میں چوکنا رہنے کا مشورہ دیا۔

ایجنڈا (۷) کے تحت اصلاح معاشرہ کے موضوع پر جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب نے کہا کہ مسلم عوام کو شریعت اسلامی سے واقف کرایا جائے کئی جماعتیں کام کر رہی ہیں مگر اچھا یہ ہے کہ سب ساتھ مل کر کام کرے۔ اصلاح معاشرہ کے کام میں ہر مقام کے مختلف طبقات اور مختلف ذمہ داروں کو ساتھ لے کر کام کرنا چاہیے اور غیر مسلموں کو بھی ایسے پروگراموں میں مدعو کرنا چاہیے جناب کمال فاروقی صاحب اور مولانا رحمت اللہ میر قاسمی صاحب نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔

ایجنڈا (۸) کے تحت نکاح کے لازمی رجسٹریشن کے مسئلہ پر مرکزی کمیٹی کے کنوینر جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے بتایا کہ سلمان خورشید صاحب نے پیدائش اور اموات کے رجسٹریشن کے تعلق سے جو قانون ہیں ان میں ہی شادی کے رجسٹریشن کو شامل کرنے کی تجویز کر رکھی ہے۔ آندھرا پردیش میں نکاح کا نظام وقف بورڈ کے تحت ہے اور حکومت نے اس کو قبول نہیں کیا ہے۔ یو۔ پی۔ میں یہ قانون ابھی مسودہ کی شکل میں ہے۔ بنگال، بہار اور آسام میں قاضی ایکٹ کو سامنے رکھا گیا ہے۔ اس موضوع پر جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ بورڈ نکاح کے رجسٹریشن کا مخالف نہیں ہے مگر اس کو نکاح کے صحیح ہونے کے لئے لازم نہیں کیا جائے۔ اس لئے ہم کو ایک اچھا مسودہ تیار کر کے تمام ریاستوں میں بھیجنا چاہیے مسلمانوں کے جو ادارے وہاں نکاح کا کام انجام دیتے ہیں ان کو نکاح رجسٹریشن کے سرکاری نظام کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بہار میں یہ کوشش کامیاب رہی دوسری ریاستوں میں بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

ایجنڈا (۹) کے تحت (۲۳) ویں اجلاس عمومی کے بارے میں محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے بتایا کہ یہ اجلاس عمومی ۲۲/۲۳/اور ۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء کو مدھیہ پردیش کے شہر اجین میں منعقد ہوگا اس کے لئے اندور کے ارکان بورڈ کی کوششیں قابل قدر ہیں۔ یہ اجلاس عمومی انتخاب ہوگا۔ صدر بورڈ کا انتخاب ہوگا اس کے علاوہ اساسی ارکان کی خالی نشستوں کے لئے میقاتی ارکان میں سے انتخاب ہوگا۔ میقاتی ارکان کے انتخاب کے علاوہ (۴۰) ارکان عاملہ کا انتخاب عمل میں آئے گا اور منتخب صدر (۱۰) ارکان عاملہ کو نامزد کریں گے۔ صدر محترم کی تجویز یہ ہے کہ جو اساسی ارکان انتقال فرما چکے ہیں ان کے بارے میں ارکان کو واقف کروایا جائے اور کہا جائے کہ

ان اصحاب کی مناسبتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ویسی مناسبتوں کے میقاتی ارکان کے نام کی تجویز اساسی خالی نشستوں کو پر کرنے کے لئے پیش کریں اور جن ناموں کے لئے زیادہ تجویزیں آئیں گی ان کو اساسی ارکان کے اجلاس میں پیش کیا جائے گا۔ اوراس کے فیصلہ پر مخلوعہ نشستیں پر ہوں گی۔ اس تجویز کے تعلق سے مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب اور جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب کے اظہار خیال کے بعد اجلاس نے اس کو منظور کیا۔

ایجنڈا(۱۰) دیگر امور کے تحت جناب ظفر یاب جیلانی صاحب نے بتایا کہ اتر پردیش کے چیف منسٹر نے زرعی اراضی میں شادی شدہ بیٹیوں اور ماں کے حصوں کے بارے میں ہدایت جاری کردی تھی مگر کچھ شبہات متعلقہ وزیر کو تھے ان سے بات ہوچکی ہے اوران کی خواہش پر ترمیمات کا ایک مسودہ بھی مرتب کر کے دیدیا گیا۔ تاہم مناسب ہوگا کہ بورڈ کی طرف سے زرعی اراضیات میں خواتین، بیٹیوں اور ماں کے حصوں کے بارے میں قانون میں تبدیلی کرنے کے وعدے کو جلد ماہ ڈیڑھ ماہ کے اندر پورا کرنے پر توجہ دلائی جائے۔

جناب محمد ادیب صاحب نے دہشت گردی کے شبہ میں سیکڑوں مسلم نوجوانوں کی گرفتاری اور کئی سال گزرنے کے باوجود ان کے خلاف چارج شیٹ کا داخل نہ کرنے پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ بورڈ اس کا سختی سے نوٹ لے اور مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی تشویش سے حکومت کو کم سے کم ایک بیان کے ذریعہ واقف کرائے۔ جن مسلم نوجوانوں کے خلاف چارج شیٹ داخل کرنے کے بعد کیس چلایا گیا وہ بے قصور ثابت ہوئے۔ ان بے قصوروں کو حکومت معقول معاوضہ ادا کرے اور جن پولیس عہدیداروں نے ان کو غلط پھنسایا تھا ان کے خلاف کارروائی کرے جن کے خلاف ایک سال کے اندر چارج شیٹ فائل نہ ہو ان کو فوری چھوڑ دیا جائے کیونکہ پولیس کے پاس ان کے جرم کی شہادت ہوتی تو وہ چارج شیٹ فائل کرتی۔

بورڈ کے خازن جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب نے بتایا کہ بنگلور کی جائیداد کی بورڈ کے نام رجسٹری ہوچکی ہے اور ایک کمپنی سے کرایہ کا معاہدہ بھی ہوچکا ہے۔ جس کی رو سے ۹ مہینے کے کرایہ کے مساوی رقم ۱۲/ لاکھ اٹھہتر ہزار روپے سیکیورٹی کے وصول ہوچکے ہیں۔ ماہانہ کرایہ جون کے مہینہ سے شروع ہوگا جو ایک لاکھ بیالیس ہزار روپے ہے سیکورٹی کی رقم کو کیسے محفوظ رکھا جائے اور دوسرے قانونی پہلو بھی ہیں جن کو طے کرنا ہوگا۔

جناب ظفر یاب جیلانی صاحب کی تجویز پر طے کیا گیا کہ بورڈ کی جانب سے مرکزی حکومت سے کہا جائے کہ وہ سی۔بی۔آئی کو یہ ہدایت دے کہ رائے بریلی کورٹ میں چل رہے بابری مسجد انہدام کے فوجداری مقدمہ میں ان تمام گواہوں کو عدالت میں پیش کرے اوران کے بیانات کرائے جن کی شہادت ملزمین کے جرم کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے۔

صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ ہم حکومت سے مطالبات تو کرتے ہیں لیکن ہم اپنے معاشرہ پر اور اصلاح معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم خود شریعت کی پیروی نہیں کرتے۔ اصلاح معاشرہ تحریک کے ذریعہ مسلمانوں پر شریعت کے مسائل اور احکام واضح طور پر بیان کئے جائیں اور ان سے کہا جائے کہ بحیثیت مسلمان قانون شریعت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کورٹ جب فیصلہ دیتا ہے تو پریشانی ہوتی ہے مگر ہم خود شریعت کے مطابق کہاں عمل کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ شعور پیدا کریں کہ اپنے معاملات کا تصفیہ دارالقضا سے کروائیں اوراس کے فیصلے کو خوشدلی سے قبول کرلیں۔ اس تعلق سے بورڈ کا ہر رکن اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے، بورڈ شریعت کی حفاظت کے لئے قائم ہوا ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ بورڈ صحیح سمت اور صحیح فیصلوں پر پہنچ رہا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے مجلس عاملہ کی جانب سے مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی صاحب کے انتقال پرملال پر صدر بورڈ سے تعزیت کی اور مرحوم کے درجات کی بلندی کے ساتھ صدر بورڈ کی درازئ عمر اور اہل خانہ کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمائی۔

اجلاس بارگاہ رب العزت میں صدر محترم کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

جنرل سکریٹری بورڈ کا ایک اہم مکتوب

مکرم ومحترم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ کی صحت اچھی ہو اور مزاج گرامی ہر طرح بعافیت ہو!

آپ کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا تیسواں اجلاس ۲۲/۲۳/۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء روز جمعہ، سنیچر واتوار کو مدھیہ پردیش کے تاریخی شہر اجین میں منعقد ہو رہا ہے۔ مجلس استقبالیہ تشکیل پا چکی ہے اور ارکان استقبالیہ پورے جوش ایمانی کے ساتھ اجلاس کو کامیاب بنانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ دراصل ہمارے ملی تشخص کی حفاظت کا ایک مشترکہ ومتحدہ پلیٹ فارم ہے، جس کا بنیادی مقصد شریعت اسلامی کی اس خاص حصہ کی خصوصی طور پر حفاظت کرنا ہے، جسکو مسلم پرسنل لا کہا جاتا ہے۔ جس کا تعلق ہمارے عائلی مسائل اور خانگی زندگی سے ہے، اس طرح شعائر اسلام کا تحفظ بھی ہمارے مقاصد کا اہم حصہ ہے۔ شعائر اسلام میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں، جن سے ہماری پہچان بنتی ہے۔ جیسے ہماری مسجدیں، خانقاہیں، ہمارے قبرستان اور ہمارے دینی مدارس جو پورے ملک میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ملک کے دستور نے ہر مسلمان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، مذہب کی تبلیغ و اشاعت اور مذہبی وتعلیمی ادارے قائم کرنے کا حق دیا ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس دستوری حق کے لیے ہمیشہ مسلم پرسنل لا اور شعائر اسلامی کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کا جواب دیتا رہا ہے۔ قانون ساز اداروں یا عدالتوں کے ذریعہ جب بھی ہمارے اس حق میں مداخلت کی کوشش کی گئی، یا مخالفانہ فیصلے کیے گئے تو بورڈ نے پوری قوت سے اس کا جواب دیا۔ بورڈ کا لیگل سیل ہمیشہ اس معاملہ میں کوشش میں رہتا ہے اور بروقت کارروائی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ خود مسلمانوں کو دین پر قائم رکھنے اور شریعت اسلامی کا پابند بنانے اور مسلم پرسنل لا پر صحیح طور سے عمل کرنے کی تحریک چلاتا رہا ہے۔ اصلاح معاشرہ تحریک، تفہیم شریعت، دارالقضاء کا قیام تا کہ مسلمان اپنے گھریلو جھگڑوں کو دوسری جگہ بھیجنے کے بجائے دارالقضاء میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق طے کرلیں۔

مسلم معاشرہ کی اصلاح یعنی ایسے صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل جس میں کوئی شخص شریعت اسلامی سے انحراف کی ہمت نہ کر سکے۔ یعنی بورڈ کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ ہر مسلمان ایمان وعقیدہ کی پختگی کے ساتھ اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ اور زندگی کے جملہ معاملات میں شریعت اسلامی کا پابند ہو، جس طرح عبادات میں اللہ کے حکم کی پابندی کرتا ہے، اسی طرح نکاح، طلاق، وراثت اور نفقہ کے معاملات میں بھی شریعت پر عمل کرے، اوقاف کی حفاظت کی جائے اور اسکی آمدنی صحیح مصرف میں خرچ ہو، مسجدیں آباد رکھی جائیں اور وہاں دینی تعلیم کا نظم ہو، نوجوانوں کی ذہن سازی کی جائے، خواتین کے خصوصی اجتماعات ہوں اور اسلام نے ان کو جو عزت دی ہے اور ان کے جو فرائض وحقوق ہیں وہ بتائے جائیں۔ شادی بیاہ میں نمود ونمائش، فضول خرچی بند کی جائے، اسی طرح یہ امت امت وسط اور خیر امت کی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ اگر ہم صحیح طور پر اسلامی تعلیمات اپنی خاندانی زندگی میں لائیں گے تو یہ دوسروں کے لیے بہترین نمونہ ہوگا، جس کی اس وقت سخت ضرورت ہے۔

الحمد للہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک پر اب تمام مسلم جماعتیں اور ادارے اپنی اپنی سطح سے اصلاح معاشرہ کا کام کررہے ہیں اور اس سے عوام کو فائدہ پہونچ رہا ہے۔

ابھی جو مسائل ہمارے سامنے ہیں، جیسے عدالت میں نفقۂ مطلقہ کا مسئلہ ہے، جس کے لئے بورڈ اپنی طرف سے عدالت میں کوشش کررہا ہے، اسی طرح سے ایک انکم ٹیکس کا معاملہ ہے، جس سے مساجد، مدارس اور وقف جائدادوں کو مستثنیٰ کرنا چاہئے، اور دوسرا وقف کے قانون میں ترمیم کا مسئلہ ہے، ان دونوں مسئلوں میں ترمیمات داخل کی گئی ہیں۔ آئینی حقوق بچاؤ تحریک کامیاب ہوئی، حق تعلیم قانون سے مدارس اسلامیہ اور اقلیتی اداروں کو مستثنیٰ کیا گیا۔

موجودہ حالات میں ہمارے سامنے ایک اہم مسئلہ بورڈ کے مالی استحکام کا ہے، تا کہ بورڈ کے مقاصد کی اشاعت اور اصلاح معاشرہ سے متعلق ضروری ومفید لٹریچر کی تیاری اور اسے پورے ملک میں پہونچانا، ملک کے مختلف شہروں میں دارالقضاء کا قیام اور باصلاحیت قاضی کا تقرر کرنا، اسی طرح مختلف عدالتوں جیسے، ہائی کورٹس، وسپریم کورٹ میں ہمارے خلاف دائر رٹ پٹیشن اور دوسرے مقدمات کا دفاع بھی ایک لازمی کام ہے، بورڈ کے ذمہ داروں کو کبھی کبھی مرکزی اور ریاستی حکمرانوں اور سیاست دانوں سے بھی رابطہ پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے وفود بھی ترتیب دینا ملک کے مختلف شہروں میں تفہیم شریعت تحریک کے تحت علماء اور وکلاء کے مشترک اجتماعات منعقد کرنا، تا کہ فقہ اسلامی اور جدید قانون پر باہمی مذاکرات اور تبادلہ خیال ہو سکے، یہ بھی ایک بہت مفید کام ہے۔ ان سب امور کو منظم اور منصوبہ بند طریقہ پر چلانے اور انجام دینے کے لیے جہاں ارکان بورڈ اور معزز مدعوئین کرام کا مقامی طور پر فکر مند ہونا اور عملی تعاون ضروری ہے، اس وقت بورڈ کو ایک بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے، جبکہ آپ کے اور اہل خیر حضرات کے گراں قدر عطیات کے سوا بورڈ کے لیے آمدنی کا کوئی اور دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔

اس لیے آپ سے گذارش ہے کہ حضرات اراکین بورڈ فیس رکنیت کے علاوہ بطور خود یا اپنے حلقے سے خصوصی عطیات کا نظم کریں اور حضرات مدعوئین جو بورڈ کے کاموں سے اور اس کی اہمیت وافادیت سے واقف ہیں وہ بھی خاص طور پر اپنی طرف اور اپنے حلقہ احباب وحلقہ اثر سے ایک معقول رقم کا نظم فرما کر مرکزی دفتر کو ارسال کریں۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔ اگر تاخیر ہو تو اجین اجلاس کے موقع پر ضرور پیش فرما دیں، تا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مالی اعتبار سے بھی مستحکم اور مضبوط ہو اور اس کے سارے پروگرام وقت پر انجام پا سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت اور مساعی جمیلہ کو کامیاب کرے اور قبول فرمائے۔

والسلام

سید نظام الدین

جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

۲/فروری ۲۰۱۳ء

اجین کی ایک مختصر تاریخ

الحاج حافظ محمد تقی (صدر مجلس استقبالیہ ۲۳واں اجلاس عام اجین)

ہندوستان کے قدیم اور تاریخی شہروں میں اُجین بھی ایک تاریخی شہر ہے اسکی تاریخی حیثیت میں سب سے اہم اور نمایاں چیز یہاں کے راجہ (بکر ماجیت) کے عدل اور بکرمی تاریخ کی ایجاد ہے، راجہ بکر ماجیت کی جائے پیدائیش اور وطن یہی اسی شہر میں ہوئی، برادران وطن میں بکرمی سن و تاریخ کی خاص اہمیت ہے، اہل علم اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ہجری سن ۶۳۸ بکرمی سے شروع ہوتا ہے سمبت ۶۴۱ بکرمی مطابق ۳ھ ۶۲۴ء میں راجہ بھوج مالوہ کا راجہ تھا، معجزۂ شق القمر ہجرت سے ۵ سال قبل یعنی ۶۳۳ء بکرمی کا ہے جس معجزۂ شق القمر کو دیکھ کر دھار کا راجہ ایمان لایا۔

(بحوالہ مالوہ کی کہانی تاریخ کی زبانی صفحہ ۲۸)

نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال اپنی تصنیف تاج الاقبال میں تحریر فرماتی ہیں کہ دھار میں عام طور پر مشہور ہے کہ:

''حضرت عبداللہ شاہ چنگالؒ مکہ معظّمہ سے مالوہ تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ پر راجہ بھوج اسلام لایا، اس سے قبل وہ معجزۂ شق القمر دیکھ کر حضرت رسول اکرم ﷺ پر غائبانہ ایمان لا چکا تھا''۔ (تحفۂ انسانیت صفحہ ۱۶۵)

تاریخ میں اس شہر کا نام اُزین (OZENE) تھا، بدھسٹ دور میں اونتی کہا جاتا تھا۔ ترک افغان کے مصنف کی تحقیق کے مطابق حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ نے اُجین فتح کرنے کے بعد اس شہر کا نام دار الفتح رکھا تھا، کہا جاتا ہے کہ جلال الدین اکبر کے زمانے میں یہ شہر اُجین مالوہ کا دار السلطنت تھا۔

داعیان اسلام اولیاء اللہ کی تشریف آوری:

شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ (دہلی) کے خلیفہ محترم سیّد مولانا مغیث الدین چشتیؒ ۷۰۲ھ میں اپنے شیخ کی اجازت سے اُجین تشریف لائے اور دریا کے کنارے اقامت اختیار کی اور بعد وفات وہیں پر ہی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے زمانے میں رُشد و ہدایت کا خوب کام ہوا، آپ کے زمانے میں طالبانِ علوم نبوت بیرونِ ہند سے آکر اپنی علمی تشنگی کو بجھاتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے دوسرے خلیفہ حضرت مولانا وجیہ الدین صاحبؒ بھی اُجین تشریف لائے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اُجین ہی میں سپرد خاک ہوئے، اسی طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ حضرت شیخ کمال الدین چشتیؒ جو حضرت خواجہ فرید الدینؒ کے پوتے تھے حضرت محبوب الٰہی کے دامن سے وابستہ ہوئے تو حضرت نے آپ کو سلسلہ چشتیہ کی اشاعت اور دعوت اسلام کے لئے مالوہ جانے کا حکم فرماتے ہوئے آپ کو چنبیلی کا پھول عنایت فرمایا: اور فرمایا! کہ مالوہ جا کر رہو۔ آپ نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں مالوہ کا رخ کیا، اور دھار میں سکونت اختیار کی، شیخ کی خواہش وحکم کے مطابق ارشاد وتلقین میں تادمِ آخر مصروف رہے، دھار میں جامع مسجد کے پاس آپ کا مرقد ہے۔

اسی طرح اُجین شہر میں سلطانُ الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ مع قافلہ کے اجین سے گزرتے ہوئے مختصر قیام کے دوران آپ کے خلیفہ محترم حضرت خواجہ بُرھان الدین علیل ہوئے اور وفات ہوگئی، اسی طرح سمرقند سے حضرت خواجہ کریم الدینؒ بھی اجین میں قیام پزیر ہوئے تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیتے ہوئے وفات پائی اور اجین شہر ہی میں مسجد کے احاطے میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

الحمدللہ مشائخ اولیاء اللہ کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور جاری ہے امامِ ربّانی قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ، حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحبؒ حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہ جہاں پوریؒ ، فدائے ملّت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ وغیرھُم تشریف لائے ۔ جمعیت علماءِ ہند کا بیسواں تاریخی اجلاس عام ۱۹۶۰ء شہر اجین میں شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین صاحب دیو بندیؒ کے زیرِ صدارت ہوا، مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حفظ الرّحمٰن صاحب، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب وملک کے اکابر علمائے ربّانیّین ، دانشورانِ قوم، عمائدین ملّت کی اُس تاریخ ساز اجلاس میں تشریف آوری ہوئی۔

خاندانِ قاسمی کے جلیل القدر عالم دین ازہر ہند دارالعلوم دیو بند کی مجلسِ شوریٰ کے رکنِ خاص حضرت مولانا مفتی محمود احمد صدیقی نانوتویؒ بفضل باری تعالیٰ ہجرت فرما کر اُجین تشریف لا کر مقیم ہوئے، مسجد موچیان میں خطیب وامام رہے، پورے شہر میں ہر طرف بدعت ہی بدعت کا زور تھا حضرت مفتی صاحب نے ہر طرح سے مجاہدہ کیا، صعوبتیں برداشت کیں، توحید وسنت کے عام ہونیکی جان توڑ محنت فرمائی بالآخر بدعت کا زور کمزور ہوا عام مسلمانوں میں الحمدللہ خوب اصلاحی کام ہوا، لیکن کچھ مفاد پرستوں نے اُجین کے راجہ سے چاپلوسی کی جس کے نتیجے میں راجہ نے حضرت مفتی صاحب کو شہر بدر کا حکم جاری کیا، حضرت مفتی صاحب اندور کے قریب قصبہ مہو میں ہجرت فرمائی، وہاں پر بھی شرک وبدعت کا بازار گرم تھا حضرت مفتی صاحب نے حکمتِ عملی سے توحید وسنت کو عام فرمایا اور مہو میں ہی آپ کی وفات ہوئی اور عیدگاہ سے متصل آپ مدفون ہیں حضرت مفتی صاحب کے ہونہار فرزند حضرت مولانا مسعود احمد صدیقی نانوتویؒ ہیں جو کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور خادمِ خاص تھے اور مجاہد جنگِ آزادی بھی ، موصوف نے اپنے والدِ محترم کی نیابت کا حق ادا کیا، عوام وخواص میں مقبول ومحبوب تھے، ملکی، ملّی، قومی اور انسانی خدمت حضرت والا کا محبوب مشغلہ تھا، آپ نے اُجین میں وفات پائی اور دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی حمّاد احمد صدیقی تھے مہو چھاؤنی میں آپنے اپنے والدِ محترم کی نیابت فرمائی اور قاضیِ شہر اور مفتی مالوہ بھی رہے۔

شہرِ اُجین کی مذہبی حیثیت:

اُجین شہر برادرانِ وطن کا دھارمک (مذہبی) شہر ہے برادرانِ وطن کے تیرت کے سفر کی تکمیل اُجین کے سفر پر ہوتی ہے۔ مؤرخین نے ذکر کیا ہے ہندو صاحبان کے سات ۷ متبرّک شہروں میں سے ایک اجین ہے، یہ شہر برادرانِ وطن کی یاتراؤں کے اعتبار سے مشہور شہر ہے۔ (تحفۂ انسانیت صفحہ ۶۷)

شہر اجین میں ۱۲/سال میں کُمبھ کا میلہ ہوتا ہے، پورے ملک سے ہندو مذہبی تمام پیشوا، سادھو سَنت شنکرا چاریہ وغیرہ جمع ہوتے ہیں اور ہندو عوام بھی لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتی ہے پروچن (تقاریر مذھبی) متبرک ندی شپرا میں تاریخ کے تعین کے ساتھ خاص خاص مواقع پر کُمبھ کے دوران اسنان (غسل) کیا جاتا ہے۔ غریبوں کو خوب کھانا کھلایا جاتا ہے۔

آج بھی شہرِ اُجین میں مسلمانوں کے عہدِ حکومت کے آثار موجود ہیں، شہر کے باہر ناصر الدین خلجی کا محل سرائے جو آج کل کالیادہ محل کے نام سے مشہور ہے یہاں مسلم چھیپا برادری عرصہ سے سکونت اختیار کئے ہوئے ہے اور کپڑوں کی چھپائی کا بہترین، خوبصورت، دلکش اور دلفریب کام کرتی ہے اور یہ کپڑے بیرونِ ہند ایکسپورٹ (Export) کئے جاتے ہیں اور بھیروگڈھ کے نام سے یہاں کی جیل ہندوستان میں مشہور ومعروف ہے یہ مُغل دورِ حکومت کی علامت ہے شاہ اکبر کے زمانے میں حضرت خواجہ احمد مجدد الف ثانیؒ کو گوالیار جیل سے لاکر اسی بھیروگڈھ جیل میں رکھا گیا تھا۔

(بحوالہ تعمیرِ حیات لکھنو)

اجین اجلاس بورڈ کی اہمیت اور خصوصیت

مفتی محمد ذکاءاللہ شبلی (اندور)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مسلمانان ہند کا باوقار ادارہ ہے اور حامیان اسلام، سربراہان امت، رہنمائے ملت اور محافظین دین وشریعت کا یہ متحدہ ''بورڈ'' پوری امت کے لئے عظیم انعام اور اللہ کی طرف سے خاص رحمت ہے۔ اس کا وجود باعث عزت اور اس کا مقام قابل احترام ہے اور اسکی خدمت دین ودنیا میں کامیابی وسرخروئی اور اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔

یقیناً آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ قیام کے اول روز سے ہی ''تحفظ شریعت'' کا قابل قدر اور لائق شکر فریضہ انجام دے رہا ہے، اس کی ہر تحریک کامیاب اور اس کے تمام اجلاس ''مقبول وبامراد'' ـــــــ لیکن ''اجین اجلاس'' جائے وقوع کے اعتبار سے خاص اہمیت اور خصوصیت کا حامل ہے، جو داعی کے اخلاص اور اس دیار میں ''نور نبوت'' کی بابرکت شعاؤں کا فیض اور نفوس قدسیہ کی روحانی قدروں کی برکتیں ہیں۔

امت مسلمہ اس وقت جن حالات سے گذر رہی ہے اور ملکی اعتبار سے جو مسائل درپیش ہیں رب العالمین اس اجلاس کو اسمیں کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

اجین کی تاریخی حیثیت:

اجین کی تاریخی حیثیت میں سب سے اہم اور نمایاں چیز یہاں کے راجہ ''بکرماجیت'' کی عدل پروری اور ''بکرمی تاریخ'' کی ایجاد ہے۔ برادران وطن میں بکرمی تاریخ کی خاص اہمیت ہے اہل علم اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ سن شمسی اور سن قمری کی طرح ''بکرمی'' تاریخ بھی اہل علم کے نزدیک روشن ہے۔

بقول مصنف ''مالوہ کی کہانی تاریخ کی زبانی'' ''جناب قاضی عبدالقدوس صاحب فاروقی اندوری ہجری سن ۶۳۸ بکرمی سے شروع ہوتا ہے سمبت بکرمی ۶۸۱ بکرمی مطابق ۳/۶۲۴ھ میں شق القمر کا واقعہ پیش آیا جسے مالوہ دھار کا راجہ دیکھ کر ایمان لایا۔

نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال اپنی تصنیف ''تاج الاقبال'' میں تحریر فرماتی ہیں کہ دھار میں عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عبداللہ شاہ چنگالیؒ مکہ معظمہ سے مالوہ تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ پر راجہ بھوج اسلام لایا اس سے قبل وہ کرشمہ شق القمر دیکھ کر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ ایمان لا چکا تھا۔ (تحفۂ انسانیت: ۱۶۵)

یہ شہر ''اجین'' یونانی عہد میں OZENE اور بدھشٹ دور میں ''آوتنی'' کہا جاتا تھا ''تزک افغان'' کے مصنف کی تحقیق کے مطابق حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ نے بعد فتح اس شہر کا نام ''دارالفتح'' رکھا تھا، کہا جاتا ہے کہ جلال الدین اکبر کے عہد میں یہ شہر اجین ''مالوہ'' کا دارالسلطنت تھا۔

داعیان اسلام اولیاء اللہ کی تشریف آوری:

چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں مسلمانوں نے دھار پر قبضہ کیا تقریباً چارسو سال تک وہ یہاں کے حکمراں رہے۔ مالوہ (اجین اندور دھار) کے نواح میں چشتیہ سلسلہ کے اولیاء اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء عظام سے ہوئی، حضرت شیخ کمال الدین چشتیؒ جو کہ حضرت بابا فریدالدینؒ کے پوتے تھے، حضرت محبوب الہیٰؒ کے دامن سے وابستہ ہوئے تو حضرت نے آپ کو سلسلہ چشتیہ کی اشاعت اور دعوت اسلام کے لئے ''مالوہ'' جانے کا حکم فرماتے ہوئے آپ کو ایک ''چنبیلی'' کا پھول عنایت فرمایا اور کہا کہ مالوہ جا کر رہو، آپ نے اپنے شیخ کے فرمان پر مالوہ کا رخ کیا اور دھار میں سکونت اختیار کی اور شیخ کی خواہش اور حکم کے مطابق ''ارشاد وتلقین'' میں مصروف ہوگئے اور تاحیات یہاں رہے۔ آپ کا مزار شریف ''دھار'' میں جامع مسجد کے پاس ہے۔

بقول حضرت مولانا اسحٰق جلیس ندویؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ اور مسترشد مولانا مغیث الدین چشتیؒ نے ۷۲۰ھ میں اپنے شیخ کی اجازت سے ''مالوہ'' تشریف لائے اور ''اجین'' میں دریا کے کنارے اقامت اختیار کی اور بعد وفات آپ یہیں دفن کیئے گئے۔

آج بھی اس شہر میں مسلمانوں کے عہد حکومت کے آثار موجود ہیں۔ بیرون شہر ناصرالدین خلجی کا ''محل سرائے'' ہے جو (آج کل) کالیا ڈیہہ کے نام سے مشہور ہے، یہاں کی مشہور ''شپرانَدی'' اس عمارت کے قریب سے گذرتی ہے۔ بقول مرتب ''تحفۂ انسانیت'' ناصرالدین خلجی نے اپنے محل کے پاس شاہی ''مدرسہ'' بھی تعمیر کیا جس کے کمرے آج بھی اس کی عظمت رفتہ کی یاد دلاتے ہیں۔ (تحفۂ انسانیت: ۵۳)

اجین مسلمانوں کی آمد:

مؤرخین نے گرچہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد محمد غوری کے حملہ سے اور مالوہ (یعنی بھوپال اجین اندور دھار) میں سلطان شمس الدین التمشؒ کے حملہ سے ذکر کیا ہے حالانکہ داعیان اسلام اور مسلم حکمراں اس سرزمین پر اس سے پہلے آچکے تھے۔ محمد بن قاسمؒ نے ۹۲ھ مطابق ۷۱۲ء عیسوی کے بعد ایک فوجی دستہ ''مالوہ'' بھیجا جو اجین تک پہونچا اور صلح وفتح کے بعد واپس لوٹا۔ (مالوہ کی کہانی تاریخ کی زبانی: ۲۷)

اجین کی مذہبی حیثیت:

یہ شہر برادران وطن کا مذہبی شہر ہے، زمانۂ قدیم میں بھی اس کا شمار متبرک شہروں میں ہوتا تھا۔ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ ہندوؤں کے سات متبرک شہروں میں سے ایک اجین ہے۔ نیز یہ شہر ہندوؤں کے ''جاتراؤں'' کے اعتبار سے مشہور شہر ہے۔ (تحفۂ انسانیت: ۵۲)

یہاں ہر بارہ سال پر ہندوؤں کے سینہست کے موقع پر بڑا کنبھ کا میلہ لگتا ہے اور ''اسنان'' کی رسم ہوتی ہے۔ اس کیلئے شہر سے باہر کا ایک بڑا سا حصہ سینہست کنبھ کے نام سے مخصوص کیا گیا ہے، اس پر تعمیر ممنوع ہے۔ جائے وقوع اجلاس جامعہ سراج العلوم کی زمین بھی اصولاً انہیں حدوں میں تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے محترم الحاج الحافظ قاری محمد تقی صاحب دامت برکاتہم کے لئے راستہ ہموار فرمادیا اور یہ جگہ اس سے الگ کردی گئی۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے:

اسکی حسین اور صحیح تعبیر یہاں کے اہل ایمان اور اولیاء اللہ عظام کی تشریف آوری اور یہ اجلاس ہے۔ غالباً ۱۹۷۰ء میں بورڈ کے پہلے عالی قدر صدر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے قدم رنجہ فرما کر عوام وخواص کے بڑے مجمع کو خطاب فرمایا تھا، اہل شہر اسکی روحانی تراوٹ کو آج تک اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں۔

اور ۱۹۷۷ء میں سابق صدر بورڈ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی (علی میاں) ندویؒ کے دورۂ پیام انسانیت کی وہ دلکش باتیں اور بارونق مجلسیں انسانیت اور مانوتا کو وہ دل ربا پیغام جس نے اپنوں کو ہی نہیں دوسرے بھائیوں کو بھی گرویدہ بنادیا تھا ایسا لگتا ہے کہ بس کل کی بات ہے۔

اور ۱۹۹۶ء میں بورڈ کے تیسرے صدر فقیہ امت قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ کا اجین شہر کے بڑے چوراہے پر یادگار اور تاریخی اجلاس اور خواص حضرات میں آپ کی بصیرت افروز گفتگو نے جو احباب کے دلوں پر اثر چھوڑا ہے جسے الفاظ کا جامہ پہنانے سے میرا قلم قاصر ہے۔

اور ان تمام اجلاس اور خطاب سے بڑھ کر جس نے اہل اجین کے دلوں کو مسحور کر رکھا ہے ۱۹۶۰ء کا جمعیۃ ''اجلاس'' بلا مبالغہ اس نے صرف اجین ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں ایک نئی تاریخ رقم کی۔ اجلاس کے داعی اور اس کے روح رواں حضرت مولانا جناب مسعود عالم صاحب قاسمی نانوتویؒ کے دینی وسیاسی فکر وخیال کا آئینہ دار تھا۔ آج تک بزرگ حضرات کی نظروں میں اجین کا وہ تاریخی اجلاس گھوم رہا ہے۔

تابناک ماضی کے وارثین کا حال:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ عظیم قافلہ اور پورے ملک سے حامیان اسلام کے نمائندوں کو اس زمین پر مجتمع اور یکجا کرنے والی ذات اللہ رب العالمین کی مرضی اور مقصد کو سمجھیں کہ ''صنم کدہ'' کی اس بستی ''یاتراؤں اور اسنانوں'' کی اس نگری میں اس کاروان حق وصداقت کو اس نے کیوں جمع فرمایا؟ پاسبان شریعت وشیدائیان اسلام کیوں پریشان ہیں؟ کیوں ان کی

راحت چھنتی جارہی ہے؟ کیوں ان کے دین اور ایمان پر حملہ ہے؟ یہ آفتیں اور مصیبتیں کیوں آئیں؟ کیا اسلام کو حفاظت کی ضرورت ہے؟ یا یہ کہ اسلام حفاظت میں لاتا ہے؟

اس غلط فہمی کو ذہن سے نکالدیں کہ باطل پھیل رہا ہے، باطل میں نہ پھیلنے کی صلاحیت ہے اور نہ طاقت، حقیقت یہ ہے کہ جب روشنی نہیں ہوتی تو اندھیرا خالی جگہ لے لیتا ہے یہ قدرت کا ضابطہ ہے کہ خلا نہیں رہتا خلا پر ہوجاتا ہے۔حق آنے پر باطل رہ نہیں سکتا، شرط یہ ہے کہ حق کو حق کی طرح لایا جائے چنانچہ قرآن کہتا ہے:

''حق آگیا اور باطل مٹ گیا بلاشبہ باطل تو مٹنے ہی والا ہے''۔ (الاسراء:۸۱)

قرآن نے اسلام کو نور اور باطل کو ظلمات کہا ہے، کسی نے صحیح کہا ہے کہ نور و روشنی کا مزاج اقدام و ایکشن ہے جبکہ اندھیرے اور تاریکی کا مزاج دفاعی اور ری ایکشن ہے۔اس لئے روشنی پھیلتی ہے اور اندھیرا پھیلا نہیں کرتا۔اور روشنی کی رفتار دنیا میں سب سے زیادہ ہوتی ہے اور اندھیروں کی کوئی رفتار نہیں ہوتی بلکہ وہ تو خالی جگہ لیتے ہیں۔اس لئے یہ غلط فہمی ذہنوں میں نہیں آنی چاہئے کہ باطل پھیل رہا ہے۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی ذمہ داری ادا نہیں کی۔

یاد رکھیں ہمارے ذمہ صرف اس نور اسلام کو پھیلانا ہے حفاظت نہیں حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود لی ہے بلکہ صاف اعلان کردیا:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر)

''ہمارے ذمہ تحفظ و دفاع ہے ہی نہیں ہمارے ذمہ اقدام اور اشاعت ہے (ارمغان جون۱۲)

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا:

''اسلام میں دعوت محض ایک فریضہ نہیں بلکہ اہل ایمان کے مکمل طرز حیات کا نام دعوت ہے جو اپنے غیر ایمان والے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی احسان اور سلوک اور تالیف قلب کے لئے انفاق سے شروع ہوکر ان کے لئے اپنی راتوں کی نیندیں قربان کرکے اپنے رب کے حضور دعائیں مانگنے، ساری ساری رات گریہ وزاری اور ان کی خوشامد تک کرنے کا حکم ہے۔''

دعوت اسلام کا پیغام کسی اور تنظیم اور کمیٹی کے اسٹیج سے کھلے عام ہو یا نہ ہو''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' کی یہ تاریخ ہے کہ اس کے اکابرین نے کلمہ حق کی دعوت اور اسلام کا پیغام اس کے اجلاس سے بھی دیا ہے تاکہ حامیان اسلام اور تحفظ دین وشریعت، حاملین اپنے مقام اور منصب کو سمجھیں اور حق کہنے میں نہ جھجکیں۔

حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے بورڈ کے بنگلور اجلاس ۲۰۰۰ء میں اپنے کلیدی خطبۂ صدارت میں فرمایا تھا:

''ہندوستانی مسلمان کو ایک عظیم دعوت کی ذمہ داری کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ دسترخوان بچھاؤ مگر وہ اپنی بے عملی کے نتیجہ میں دوسرے کے بچھائے ہوئے دسترخوان کے طفیلی بننے لگے۔ فرمایا جب داعی خود اپنے منصب سے فروکش ہوجائے گا اور دعوت کا کام چھوڑ دے گا تو ظاہر ہے کہ بدذہن جیسے افراد کے حوصلے بلند ہونگے۔فرمایا! اب وہ وقت آگیا ہے کہ مسلمان اپنے فرائض کو انجام دیں۔مسلمان صداقت اور سچائی کا امین ہے وہ ہندوستان کے طول وعرض میں بسنے والوں کو دعوت حق و صداقت دیں۔

آپ نے اجلاس کے روبرو فرمایا کہ اب مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے آقائے دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانی مساوات کے پیغام کو پھر ایک بار برادران وطن کے روبرو رکھیں اور بتائیں کہ اسلام نے ذات برادری پر انسانوں کے درمیان درجہ بندی نہیں کی۔مساوات اسلام کا پیغام ہے۔

قابل غور پہلو:

اگر غور کیا جائے تو آج دعوت کے کام میں سب سے بڑی رکاوٹ اگر ہے تو وہ ہے مال و دولت کی بہتات اور آسودگی و آسائش کی حالت اور زر پرستی و دنیا طلبی کی غیر معمولی ہوس!

فطری لحاظ سے یہ ایسا مرض ہے تو انسان کو فکری بلندیوں، نیز اسلامی حمیت اور جذبۂ قربانی کو مضمحل کردیتا ہے، ہمارے آقا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک فرمان میں اس مرض کو''وھن'' سے تعبیر فرمایا ہے۔(مشکوۃ)

(بقیہ صفحہ:۶۰ پر)

مسلم پرسنل لا بورڈ نے ملک وملت کیلئے نمایاں خدمات انجام دی ہیں

مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی (رکن بورڈ، اورنگ آباد)

بورڈ کے ذمہ داران ہمارے اکابر علماء نے بہت پہلے محسوس کیا کہ معاشرہ میں عورتوں پر ظلم ہورہا ہے اورلڑکیوں کو پیدائش سے قبل مادررحم میں قتل کیا جارہا ہے۔زنا عام ہورہا ہے،ایسی حالت میں ایک تحریک کی ضرورت ہے اوراسکے پس منظر میں ''اصلاح معاشرہ'' تحریک کے طور پر پورے ملک میں چلائی گئی،بورڈ نے مختلف عنوانات سے کئی کتابیں شائع کرکے تقسیم کی ''لڑکیوں کا قتل عام'' ''دختر کشی کی لعنت'' اور کئی پمفلٹ وکتابچے مختلف زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کئے گئے،جسکے بہترین نتائج سامنے آرہے ہیں،مسلمانوں کے علاوہ برادران وطن نے بھی مراٹھی ودیگر زبانوں میں پڑھکر اپنے تاثرات بیان کئے،بورڈ کے ذمہ داران اوراس تحریک کے فعال اراکین قابل مبارکباد ہیں جنھوں نے شب وروز محنت کرکے ملک وملت کوایک اچھا بروقت پیغام دیا ہے۔

ہزاروں جلسے،سمینار منعقد کئے گئے،لاکھوں مسلمانوں تک بات پہنچی،بورڈ کا پیغام عام ہوا اور کئی کتابوں کومختلف زبانوں میں شائع کرکے مفت تقسیم کیا گیا،اصلاح معاشرہ کے کنوینر شیخ محترم حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب باوجود علالت ونقاہت کے بہ نفس نفیس شریک رہے اور پورے ملک کا دورہ کرتے رہے،علماء وائمہ کوخصوصی طور پر سرگرم عمل بنایا،اجلاس کے بعد عہد وپیمان کی فضاء ہموار فرمائی اور گناہوں ومنکرات سے توبہ واستغفار کی تلقین کی،بورڈ کے ذمہ داران نے تفہیم شریعت کمیٹی اور لیگل سیل کے ذریعہ مسلم معاشرہ کے مسائل کوحل فرمایا۔

صدرمحترم وجنرل سکریٹری صاحبان اورانکے رفقاء مسلسل بورڈ کے کاموں کا جائزہ لیکر ممکنہ تعاون فرماتے رہے بورڈ کے وقار کو بلند فرمایا اور حکومت وقت کے ایوانوں میں اپنے پیغام کو پہنچایا،مجموعہ قوانین اسلامی'' جس میں دفعہ وار،مشادی،طلاق،خلع ودیگر قوانین کوایک دستاویزی حیثیت سے مرتب کرکے تقسیم کیا ہے،وکلاء حضرات کیلئے حوالہ جات تلاش کرنا آسان ہوگیا اورکورٹ میں اسکی اہمیت وافادیت محسوس کی جارہی ہے،بورڈ کے ذمہ داران اپنے فرائض منصبی کوپورا کررہے ہیں۔

تعجب ہے کہ ملک کی ہر ریاست میں بورڈ بھرپور نمائندگی کا احساس دلارہا ہے پھر بھی کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ بورڈ کیا کررہا ہے؟ ایسے لوگوں کوصرف یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ رات بھر یوسف زلیخا کی داستان سننے کے بعد صبح پوچھ رہے ہو کہ زلیخا کون تھی؟ ایسی عقلوں پر ماتم کرنے کودل چاہتا ہے اورایسے نادانوں کوالزامی جواب سے ہی مطمئن کیا جاسکتا ہے۔

تمام مکاتب فکر کے مسلمان اور تمام مسالک کے ذمہ داران کا ملک میں واحد پلیٹ فارم ہے اورایک ایسی تحریک وجماعت ہے جسکا وقار اور اثر حکومت کے ایوانوں میں محسوس کیا جارہا ہے۔اوقاف ترمیمی بل،ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل وغیرہ میں حکومت کوبورڈ کی تجویز قبول کرنا پڑی۔

قرآن کہتا ہے'' وتعاونوا الخ'' بھلائی اور نیکی کے کاموں پر مدد کرو،ملّت اسلامیہ قرآن کے اس فرمان کے پیش نظر بورڈ کے کاموں میں تعاون کرے اوراسکے پیغام کوگھر گھر پہنچانے میں سعی کرے۔خدارا بورڈ کے مقام کومجروح نہ کریں۔

علاقہ مراٹھواڑہ میں علماء وائمہ کرام بورڈ کے اکابرین سے مسلسل رابطہ میں ہیں اور ذمہ داران بورڈ کومدعو کرکے جلسے،سمینار اورعلماء وائمہ میں خصوصی خطاب کا اہتمام کروارہے ہیں،مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب (سکریٹری بورڈ) (بقیہ صفحہ:۳۲ رپر)

مسلم پرسنل لا بورڈ -حمیت اسلامی کا آئینہ دار

مولانا نظام الدین فخر الدین (رکن بورڈ، پونے)

''أینقص الدین و أنا حی'' میرے جیتے جی دین میں کتر و بیونت ہوگی؟ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول غیرت دینی اور حمیت اسلامی کے باب میں نمونہ اور اسوہ ہے، اس مختصر جملے سے دین کا سچا عشق اور ایسی وارفتگی نمایاں ہے جو دل و دماغ کی باریک سے باریک رگوں میں سرایت کرگئی ہو۔ فتنۂ ارتداد کا مقابلہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفۂ اول نے جس پامردی اور شجاعت سے کیا اس کے نتیجے میں آج اسلام باقی ہے اور دنیا میں کلمہ گو موجود ہیں ورنہ یہ بساط ہی الٹ چکی ہوتی۔ پھر نہ تو قرآن باقی رہتا اور نہ خلق قرآن پر بحث کرنے والے ہوتے۔ جب رسول ﷺ کے ماننے والے نہ رہتے تو اسوۂ رسول اور حدیث رسول پر زندگیاں قربان کرنے والے کہاں پائے جاتے؟ اسوۂ صدیقی کہئے یا غیرت صدیق اکبر، اس سے حصہ پانے والے اللہ تعالیٰ کے بے شمار بندے ہر دور میں پیدا ہوتے رہے جنھوں نے جان و مال، آبرو، کسی چیز کی اس راہ میں پرواہ نہ کی اور اسلام کا چراغ فتنوں کی آندھیوں میں روشن رکھنے میں کامیاب ہوئے۔

اسلام کی مستقل ایک تاریخ حمیت اسلامی ہے، ہر دور میں جب جب اسلام کے خلاف فتنوں نے سر اٹھایا ان کو فرو کرنے کے لیے اللہ رب العالمین نے ایسی اولوالعزم شخصیتوں کو پیدا فرمایا جنھوں نے ہر قیمت پر اسلام کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا۔ ہمارے ملک میں بھی جب جب امت مسلمہ بے دینی کے سیلاب میں گھری، ہمارے بزرگوں نے بے دینی کے سیلاب کا جم کر مقابلہ کیا۔ رسومات و خرافات کا دور دورہ ہوا تو علماء امت نے رسومات و خرافات و بدعات کی تباہ کاری سے نہ صرف واقف کرایا بلکہ احیاء سنت کے لیے مسلسل جد وجہد کی، جہالت کے اندھیروں نے ڈیرہ جمایا تو علماء ربانیین نے علوم اسلامی کے چراغ روشن کئے اور ان چراغوں کو اپنے خون جگر سے جلا بخشتے رہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اسی تاریخ حمیت اسلامی کا ایک درخشاں باب اور سلسلہ ہے۔ ملک میں جب بھی شریعت مطہرہ پر شب خوں مارا گیا، ہر مکتبۂ فکر کے اہل علم نے آنے والے خطرات کو تاڑ لیا اور ان کی فراست ایمانی نے بھانپ لیا کہ Common Civil Code کی راہ ہموار کی جارہی ہے، حمیت اسلامی پھڑک اٹھی اور مسلم پرسنل لا بورڈ جو کہ ملّت اسلامی ہند کا ایک متحدہ پلیٹ فارم وجود میں آ گیا۔ بورڈ نے علماء کرام کے علاوہ وکلاء اور مختلف جماعتوں اور تنظیموں کے سربراہ شامل ہیں، جن کا یہی اعلان ہے کہ أینقص الدین و أنا حی ملّت کے ہر فرد کی اسلامی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کو تقویت پہنچائے۔

۞۞۞

بقیہ: مسلم پرسنل لاء بورڈ نے ملک وملت کیلئے نمایاں...

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب (اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب (سکریٹری بورڈ) مولانا سید سلمان حسینی ندوی رکن بورڈ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نائب صدر بورڈ، حضرت مولانا عبدالاحد ازہری رکن بورڈ وغیرہ کی آمد نے مراٹھواڑہ کی راجدھانی اورنگ آباد، جالنہ، پربھنی، بیڑ، ہنگولی میں آئینی حقوق بچاؤ تحریک تفہیم شریعت، اصلاح معاشرہ کے عنوانات سے امت مسلمہ میں ایک نیا جوش پیدا کیا۔

دارالقضاء کیلئے فضاء ہموار ہوئی اور بورڈ کے نکاح نامے بھی کثرت سے پسند کئے جارہے ہیں، خواتین میں بیداری اور رسم و رواج کے خلاف تحریک بھی جاری ہے۔ بورڈ کا سالانہ اجلاس مدھیہ پردیش کے شہر اُجّین میں مارچ ۲۰۱۳ء میں منعقد ہورہا ہے، انشاء اللہ پھر نئے جوش وولولہ کے ساتھ بورڈ کے مقاصد کے پیش نظر کام ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کو نیا حوصلہ وجذبہ عطا کرے اور انکی خدمات کو قبول فرمائے (آمین)

۞۞۞

اسلام میں عورتوں کے حقوق

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ (سابق صدر بورڈ)

قرآن کریم نے عورت اور مرد کے تعلقات کی کیا نوعیت بتائی ہے؟ اس پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ''خاندان'' جو عورت اور مرد کے ازدواجی رشتے سے تشکیل پاتا ہے، اس میں مرد کی حیثیت قوام اور رئیس خانہ کی ہے اور کسی بھی خاندان میں شرعا مرد کی حیثیت اس نقطہ مرکزی کی ہے، جس کی وجہ سے خاندان کی وحدت اور اس کا نظم برقرار رہتا ہے، اور اس کی دو وجہیں ہیں، ایک تو مرد کی بعض فطری اور خلقی صلاحیتیں جو خدا کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ اسے ملی ہیں، اور دوسرے ''مال'' جسے قرآن نے بعض مقامات پر ''قیـــامـــا'' (یعنی وہ ریڑھ کی ہڈی جس پر انسان کا نظام معاش قائم ہے) کہا ہے، مرد اسے حاصل کرتا اور خرچ کرتا ہے، یہی مفہوم ہے جسے قرآن نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

''مرد عورت پر قوام ہیں ان وجوہ کی بناء پر جن کے باعث اللہ تعالی نے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت عطاء کی ہے اور اس بناء پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں''۔(نساء:۳۴)

اور عورتوں میں جو صفات مطلوب ہیں وہ ہے ان کی صلاح، اطاعت و فرمانبرداری، رازداری اور عصمت کا تحفظ، یہ چند صفات اگر عورتوں میں ہوں اور ''قوامیت'' کی وجہ سے جو ذمہ داریاں شوہر پر عائد ہوتی ہیں، وہ انہیں پورا کرے تو پرسکون زندگی کا حصول آسان ہوجائے گا۔

''نیک عورتیں وہ ہیں جو اطاعت گزار اور مرد کی عدم موجودگی میں مال وعصمت کی حفاظت کرنے والی ہیں، جیسا کہ اللہ نے ان کی حفاظت کی ہے''۔(نساء:۳۴)

لیکن عموما یا تو اس وجہ سے کہ مرد اپنی قوامیت کے نشہ میں عورتوں سے حقوق تو طلب کرتا ہے، لیکن فرائض کو نہیں نبھاتا، یا اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑ دیتا ہے اور کبھی عورت صلاح کے بجائے فساد اور اطاعت کے بجائے نشوز کی راہ اختیار کرتی ہے، ایسی صورتوں میں ''گھر'' میں فساد اور ازدواجی زندگی میں اختلال پیدا ہوجاتا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ عورت کی فطری کمزوری کے پیش نظر بار بار قرآن نے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے حقوق کی رعایت اور ان سے حسن سلوک کی فہمائش کی ہے، اور قرآن پاک نے اس غلط ذہن کی بھی بیخ کنی کردی ہے کہ عورت صرف مرد کی اطاعت کے لئے پیدا ہوئی ہے، اور خود اس کے کچھ احساسات وجذبات اور حقوق نہیں جن کی رعایت مرد پر ضروری ہو۔

قرآن کہتا ہے کہ مرد کو فضیلت اور ایک درجہ قوامیت کا ضرور حاصل ہے، لیکن جہاں تک تعلق حقوق اور واجبات کا ہے وہ جس طرح مردوں کے عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے مردوں پر ہیں۔

قرآن نے ایک جگہ کہا ہے:

''عورتوں کے حقوق بھی اسی طرح ہیں جس طرح معروف طریقہ پر ان کے واجبات اور ذمہ داریاں ہیں، البتہ مردوں کو ان پر ایک گونہ تفوق حاصل ہے''۔(بقرہ:۲۲۸)

اور دوسری جگہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا:

''ان کے ساتھ معروف طریقہ پر زندگی بسر کرو، اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالی اس میں بڑا خیر پیدا فرمادے''۔(نساء:۱۹)

معلوم ہوا کہ عورت میں اگر کچھ نقص بھی ہو تو مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ، آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے کامل الایمان وہ شخص ہے جو سب سے بہتر اخلاق کا حامل ہو اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک روا رکھنے والے ہوں''۔(ترمذی ۱؍۱۵۰، کتاب الرضاع)

نافرمان بیوی کی اصلاح کا اسلامی طریقہ:

مسئلہ کا ایک رخ تو یہ ہوا، لیکن اگر عورت کی طرف سے نشوز اور بے راہ روی کا خطرہ ہو تو مرد کیا کرے، اس بارے میں قرآن پاک نے اپنا حکیمانہ فیصلہ دیا ہے جو مرد کی قوامیت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، یعنی اولا وعظ و نصیحت اور سمجھانے کی راہ اختیار کرنی چاہئے، پھر اگر اس طرح عورت نہ سنبھلے تو اس کے احساسات کو جھنجھوڑنے کے لئے الگ سوئے، جس سے عملا اس کی ناراضی کا ظہور ہو، پھر اگر خدانخواستہ اس طرح بھی معاملہ اصلاح پذیر نہ ہو تو آخری درجہ میں تادیبا مارنے (ضرب) کی اجازت دی گئی ہے، لیکن واضح رہے کہ شریعت نے اسے آخری درجہ پر ہی گوارہ کیا ہے، قرآن کہتا ہے:

''جن عورتوں سے نافرمانی کا اندیشہ ہو انہیں نصیحت کرو اور ان کی خواب گاہ الگ کردو اور ان کو مارو''۔(نساء:۳۴)

مگر اس کی اجازت کے ساتھ قرآن پاک نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ اگر اس طرح عورت اطاعت کی راہ پر لگ جائے تو خواہ مخواہ عورت پر ظلم وزیادتی کا بہانہ اور موقع مت تلاش کرتے رہو، قرآن نے اس تنبیہ کے ذریعہ انسانی فطرت کے ایک خاص نقص پر بند لگا دیا کہ کہیں ضد وعناد میں آکر مرد اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھانے لگے۔

''اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف حیلے بہانے تلاش نہ کرو''۔(نساء:۳۴)

اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا کہ عورت پر جو ایک درجہ بڑائی تمہیں حاصل ہے اس کے استعمال کے وقت اللہ کی برتری اور کبریائی کو نہ بھولنا:

''بلاشبہ اللہ تعالی بہت بلند و برتر ہے''۔ (نساء:۳۴)

سرزنش کی اجازت ہے مگر بہتر نہیں:

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرد کے لئے زد وکوب ضروری ہے، یا محض جائز، اور اگر محض جائز ہے تو اولی ضرب ہے، یا ترک؟

خازن نے متعدد روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اولی ترک ضرب ہے:

''ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بہتر یہ ہے کہ عورتوں کو مار پیٹ نہ کی جائے''۔(تفسیر خازن)

اور فقہائے حنفیہ نے اس کے محض جائز ہونے کی بنیاد پر جزئیہ مستنبط کیا ہے کہ اگر شوہر کی تعزیر و تادیب سے عورت ہلاک ہوجائے تو اس کا خون ہدر نہیں ہوگا، اس لئے کہ مرد کے لئے عورت کی تادیب واجب نہیں، بلکہ محض مباح ہے اس لئے اس کی رعایت ضروری ہوگی کہ اس کو کوئی جسمانی نقصان نہ پہنچے، درمختار میں ہے:

''جس پر حد شرعی جاری کی گئی اور وہ ہلاک ہوگیا تو اس کا خون ہدر ہوگا، سوائے اس عورت کے جس کی اس کے شوہر نے مذکورہ طریقہ پر سرزنش کی اور اس کا انتقال ہوگیا، اس لئے کہ اس کی تادیب محض جائز ہے، لہذا سلامتی کی شرط کے ساتھ اس کی اجازت ہوگی، مصنف کہتے ہیں کہ اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شوہر کے لئے بیوی کو اصلاً ضرر پہنچانا جائز نہ ہوگا''۔

سرزنش کب کرے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کون ایسے امور ہیں کہ اگر عورت ان کا ارتکاب کرے تو مرد کو حق حاصل ہوگا کہ وہ عورت کو زد وکوب کے ذریعہ تنبیہ کرے، اس بارے میں فقہاء نے تفصیلی بحث کی ہے، اور ان کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ:

الف۔عورت کے لئے شریعت اسلامیہ نے جس حد تک زینت وآرائش کی اجازت دی ہے وہ اس پر قدرت کے باوجود نہ کرے۔

ب۔غسل جنابت نہ کرے۔

ج۔شریعت نے عورت کو جن مواقع اور جن حقوق کی بناء پر شوہر کا گھر چھوڑنے کی اجازت دی ہے، ان کے موجود نہ ہوتے ہوئے بھی عورت گھر سے باہر نکل جائے۔

د۔عورت باوجودیکہ پاک ہے اور کوئی عذر شرعی موجود نہیں ہے، پھر بھی وہ شوہر کو اپنے نفس پر قدرت نہ دے۔

ان کتابوں سے جو متن کا درجہ رکھتی ہیں ان چار حالتوں میں شوہر کو ضرب کی اجازت ملتی ہے، بشرطیکہ سمجھانے پر بھی عورت اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئے، بعض لوگوں نے ان چار اسباب کے ساتھ اور اضافہ بھی کیا ہے، مثلاً: عورت اپنے چھوٹے بچے کو رونے پر زدوکوب کرے، یا شوہر کی باندی کو غیرت اور جذبہ رشک میں زدوکوب کرے، یا شوہر کو سب وشتم کرے، یا اس کے کپڑے پھاڑ دے، یا لوگوں کو سنانے کے لئے زور سے بات کرے، یا غیر محرم سے پردہ نہ کرے، یا شوہر کے گھر کی ایسی چیزیں لوگوں کو بلا اجازت دے دے جن کے دینے کا عام رواج نہیں، اور بعض فقہاء نے ایک ضابطہ یہ بنا دیا ہے کہ ایسی معصیت کے ارتکاب پر جس میں حد شرعی مقرر نہیں ہے، شوہر کو تادیب کا حق حاصل ہوگا۔

اور فقہاء نے اس کی بھی صراحت کر دی ہے کہ اگر عورت اپنے کھانے، کپڑے کا مطالبہ شوہر سے کرے اور اس میں انتہائی اصرار سے پیش آئے جب بھی مرد کو حق زدوکوب کا نہ ہوگا۔

ترک صلوۃ پر زدوکوب کا حق شوہر کو ہوگا، یا نہیں؟ اس میں اختلاف رائے ہے اکثر لوگ جواز کی طرف گئے ہیں، اور بہت سے لوگوں نے ناجائز ہونے کو ترجیح دی ہے، ''درمختار'' کی حسب ذیل عبارت ذہن میں رکھی جائے:

''آقا اپنے غلام اور شوہر اپنی بیوی کی سرزنش کرے گا، گو کہ وہ نابالغ ہی ہو، جیسا کہ عنقریب آئے گا جب کہ بیوی شرعی اعتبار سے جائز زینت اس پر قدرت کے باوجود چھوڑ دے، یا غسل جنابت نہ کرے، گھر سے اپنے کسی حق اور ضرورت کے بغیر نکلے، حیض سے پاک ہونے کے باوجود ہمبستری کے لئے آمادہ نہ ہو، اپنے نابالغ بچے کو رونے کے وقت مار پیٹ کرے، یا اس کی باندی کو حسد میں مارے اور اس نصیحت کا اثر قبول نہ کرے، یا اسے برا بھلا کہے، مثلاً: کہے اے گدھے، یا اس پر بددعا کرے، یا اس سے ایسی گفتگو کرے جو اجنبی لوگ سن لیں، یا اپنا چہرہ غیر محرم لوگوں کے سامنے کھولے، یا کسی غیر محرم سے گفتگو یا بدزبانی کرے، یا وہ چیزیں دے دے جو عادتاً بلا اجازت دی نہیں جاتیں، اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ گناہ جس میں کوئی مقررہ شرعی سزا نہیں ہے، تو شوہر اور آقا کو سرزنش کا حق ہوگا، لیکن اگر بیوی اپنا نفقہ یا کپڑا طلب کرے اور الحاح وزاری کرے تو شوہر کو سرزنش کی اجازت نہ ہوگی، اس لئے کہ صاحب حق کو مطالبے کا حق ہے (البحر الرائق)، اور نہ نماز چھوڑنے پر تعزیر کا حق ہے، اس لئے کہ اس کی منفعت کا تعلق مرد سے نہیں ہے، بلکہ خود عورت سے ہے'' (درمختار ۴/۷۷۔۷۸)۔

مصنف کا قول ''**لا تتعظ بوعظه**'' پر شامی نے لکھا ہے کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ اولاً تعزیر نہ کرے، بلکہ پہلے فہمائش کرنی چاہئے ''**وقوله لا تتعظ بوعظه مفاده أنه لا يعزرها أول مرة**''۔

واضح رہے کہ صاحب ''فتح القدیر'' نے شوہر کے ساتھ بدتمیزی اور اساءۃ ادب کو بھی ان مواقع میں داخل کیا ہے جہاں مرد کو حق زدوکوب کا حاصل ہے۔

سرزنش کی حدیں:

''آقا اپنے غلام کی سرزنش کرے گا، ''فتح القدیر'' میں لکھا ہے کہ جب غلام اپنے آقا کے ساتھ بے ادبی کرے تو اس کے آقا کے لئے اس کی تادیب جائز ہے، اور ایسے ہی بیوی کی تادیب بھی درست ہے''۔ (شامی ۴/۷۷)

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد ایک اور اہم سوال رہ جاتا ہے کہ شوہر کو جس زدوکوب کی اجازت حاصل ہے اس کی کچھ حدود ہیں یا نہیں، اور اگر ہیں تو وہ کیا ہیں؟

اس سلسلے میں سب سے پہلے ''ترمذی'' کی اس روایت کو سامنے رکھا جائے جس میں آنحضور ﷺ نے قرآن کریم کی مذکور الصدر آیت کو تلاوت کرتے ہوئے ضرب کو ''ضرب غیر مبرح'' کی قید کے ساتھ پابند فرما دیا ہے، آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بہت سی اور ہدایات کے ساتھ عورتوں سے حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے کہ تمہیں ان کے ساتھ اچھا ہی برتاؤ کرنا چاہئے، الا یہ کہ وہ کسی کھلے فاحشہ اور بے حیائی کا ارتکاب کرے، ایسی صورت میں ارشاد ربانی کے مطابق ان سے الگ سونے اور زدوکوب کرنے کی اجازت دی گئی، لیکن فرما دیا گیا کہ یہ زدوکوب سخت نہیں ہونی چاہئے، اور نہ ان پر ظلم وزیادتی کے بہانے تلاش کرنا چاہئے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''سلیمان بن عمرو سے مروی ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے نقل

کیا ہے کہ وہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے تھے، آپ ﷺ نے حمد وثنا بیان فرمائی وعظ ونصیحت کی، پھر راوی نے حدیث میں ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا! عورتوں کے بارے میں میری نصیحت قبول کرو، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، وہ تمہارے پاس ہیں، تم ان کے بارے میں کوئی اختیار نہیں رکھتے، سوائے اس کے کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کریں، اگر وہ ایسا کریں تو ان سے بستر الگ کرلو، اور مارو جو تکلیف دہ نہ ہو، پھر اگر وہ اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف حیلے بہانے تلاش نہ کرو"۔ (ترمذی ۱/۱۵۰، کتاب الرضاع)

تکلیف دہ مار کی ممانعت:

اس روایت سے اتنا معلوم ہوا کہ مطلق ضرب کی اجازت نہیں، بلکہ ضرب غیر مبرّح کی ہے اور ضرب غیر مبرّح کی کیفیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں متعدد روایات ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس طرح اپنی بیوی کو نہ مارے جیسے کوئی غلام یا باندی کو مارتا ہے۔

"عبداللہ بن زمعہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو کوڑا نہ لگائے، جیسے غلام کو کوڑے لگاتا ہے، پھر اس سے دن کے آخیر میں مباشرت کرے، اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ لگائے کہ شاید اس سے دن کے اخیر میں ہم آغوش ہوگا"۔ (متفق علیہ)

اور دوسری روایت میں حضور ﷺ نے ابتدائی مرحلہ میں وعظ و نصیحت کی ہدایت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ باندیوں کو جس طرح مارتے ہو اس طرح بیویوں کو مت مارو:

"لقیط بن صبرہؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میری ایک بیوی ہے جو بدزبان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اسے طلاق دے دو، میں نے کہا: مجھے اس سے لڑکا ہے اور اس سے قدیم صحبت ہے، فرمایا: اس کو نصیحت کرو، اگر اس میں کچھ بھلائی ہوگی تو تیری نصیحت قبول کرے گی، اور اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارو"۔ (رواہ ابوداؤد)

اس روایت میں اس نکتہ پر ضرور نگاہ رکھی جائے کہ حضور ﷺ نے عورت کی بدزبانی پر طلاق دینے کی اجازت تو دی، لیکن شدید زدوکوب کو برداشت نہ فرمایا، اور یہ عین تقاضہ حکمت ہے کہ اگر حسن سلوک کے ساتھ ازدواجی تعلقات کا قیام ممکن ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ علیحدہ کر دینا اور رشتہ کا انقطاع اس سے بہتر ہے کہ عورت کو شدید زدوکوب کیا جائے، اور اپنی قوامیت کا ناجائز استعمال کیا جائے کہ اس طرح نفرت تو بڑھ سکتی ہے، اصلاح حال نہیں ہوسکتی۔

دوسری روایت میں حضور ﷺ نے چہرہ پر مارنے سے اور ایسی ضرب سے منع فرمایا ہے جو اسے داغ دار بنادے اور باعث قبح ہو اور خواب گاہ کی علیحدگی میں بھی پابند کردیا کہ ایک گھر میں رہ کر عورت سے اظہار ناراضگی کے لئے الگ سوؤ لیکن گھر سے اسے باہر نہ کرو۔

"حکیم بن معاویہ قریشی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، خود پہنو تو اسے بھی پہناؤ، چہرہ پر نہ مارو، نہ برا بھلا کہو، خواب گاہ علیحدہ کرو تو بھی گھر سے باہر نہ کرو"۔ (رواہ احمد وداؤد وابن ماجہ، مشکوۃ)

امام طحاوی نے "مشکل الاثار" میں اجازت ضرب ومنع ضرب کی متعدد روایات بیان کرنے کے بعد یوں تطبیق دی ہے کہ ضرب مبرّح کی ممانعت ہے اور ضرب غیر مبرّح کی اجازت مخصوص حالات میں ہے۔ (مشکل الاثار: ۳/۲۱۰)

تفسیر خازن میں ارشاد ربانی "واضربوھن" پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ضرب سے مراد ایسی مار ہے جو سخت نہ ہو اور عیب دار بنانے والی نہ ہو اور ضرب غیر مبرّح کی مثال بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے مسواک، یا اس جیسی چیز سے مارنا بتایا ہے۔

بغویؒ نے اس قول کو سیدنا عطاء ابن ابی رباح کی طرف منسوب کیا ہے، خازن نے یہ بھی لکھا ہے کہ ضرب کسی ایک ہی حصہ جسم پر مسلسل نہ ہو اور چہرہ پر نہ مارے اور دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے، اتنا کہنے کے بعد علماء کا قول نقل کرتے ہیں، رومال، یا ہاتھ سے مارے، کوڑے اور لاٹھی سے نہ مارے، اور خلاصہ یہی ہے کہ اس باب میں زیادہ سے زیادہ تخفیف ملحوظ رکھی جائے۔

"(واضربوھن) انہیں مارو، یعنی اگر خواب گاہ کی علیحدگی سے ان کی

اصلاح نہ ہوسکے تو مار ایسی مار کہ تکلیف دہ نہ ہو، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مسواک وغیرہ سے مارو، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مارنا جائز ہے اور نہ مارنا بہتر ہے''۔

پس ان احادیث میں دلیل ہے کہ عورتوں کو مار پیٹ نہ کی جائے ، پھر اگر تادیب کے لئے مارنے کی ضرورت ہی ہو تو زیادہ مار پیٹ نہ کرے، مار پیٹ مختلف جگہوں پر ہو، ایک ہی جگہ پر مسلسل نہ مارے، چہرے پر مارنے سے پرہیز کرے، اس لئے کہ مظہر محاسن ہے اور مارنے کی مقدار دس کوڑوں تک نہ پہنچا دے جب کہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ مناسب ہے کہ رومال اور ہاتھ سے مارے کوڑے، یا لاٹھی سے نہ مارے، حاصل یہ ہے کہ آخری درجہ تخفیف اس قضیہ میں بہتر ہے''۔ (تفسیر خازن)

اور شامی نے ایک مسئلہ کے ذیل میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ مرد کو ضرب فاحش کی کسی حالت میں اجازت نہیں ہے، لکھا ہے کہ ایسی ضرب جس سے ہڈی ٹوٹ جائے چمڑا پھٹ جائے داغ پڑ جائے اور جسم کالا ہوجائے ضرب فاحش میں داخل ہے۔

''ضرباً فاحشاً کی قید لگادی گئی، اس لئے کہ اس کو تادیب میں ''ضرب فاحش'' کا حق حاصل نہیں ہے اور ضرب فاحش سے مراد ایسی مار پیٹ ہے جس سے ہڈی ٹوٹ جائے چمڑے پھٹ جائیں، یا سیاہ ہوجائیں، جیسا کہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے''۔ (شامی:۴/۷۹)

ان ساری تصریحات کے بعد اس کو ذہن میں رکھا جائے کہ مذکور الصدر مواقع جن میں شریعت نے مرد کو اجازت زدوکوب کی دی ہے، اگر ان میں شوہر نے حد مقرر سے زیادہ مارا، یا بغیر ان اسباب کے زدوکوب کیا جن کا ذکر کیا گیا ہے، ان ہر دو صورتوں میں شوہر مستحق تعزیر ہوگا، شامی نے ''بحر'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

''فقہاء نے صراحت کردی ہے کہ بیوی کو ناحق مارے تو شوہر کی سرزنش کی جانی واجب ہے، گوکہ شوہر نے زیادہ نہ مارا ہو''۔ (شامی:۴/۷۹)

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ عورت کا حق شرعی یہ ہے کہ اس کے نشوز پر اولاً اسے سمجھایا جائے نہ مانے تو ترک تعلق ، یعنی ہجران کے ذریعہ اس کو سدھارنے کی کوشش کی جائے، یہ بھی کارگر نہ ہو تو مخصوص حدود کے اندر زدوکوب کیا جائے، عورت کا یہ شرعی حق ہے کہ بغیر حق اسے زدوکوب نہ کیا جائے، اور اگر عورت نشوز اور اوپر ذکر کئے گئے اسباب کے صدور کی وجہ سے شوہر کو زدوکوب کا حق حاصل ہوجائے تو حد مقررہ سے زیادہ زدوکوب نہ کرے، یہاں تک کہ اگر معمولی زدوکوب سے بھی وہ نہ سدھرے تو یا تو مرد اس کے اس نقص کے ساتھ بھی نباہ کرے، ورنہ طلاق دے کر علیحدہ کردے، مگر ضرب فاحش کی اجازت اسے نہیں دی جاسکتی۔

اب اس روشنی میں معاملہ زیر بحث کو ملاحظہ فرمائیے کہ بقول آپ کے شوہر کو اس کا اقرار ہے کہ اس نے ہاتھ سے، جوتے سے اور لاٹھی سے عورت کو زدوکوب ہی نہیں کیا، بلکہ باندھ کر لٹکا دیا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ یہ ضرب غیر مبرّح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ میرے خیال میں یہ قطعاً بہیمانہ فعل ہے ، اور باندھ کر لٹکا دینا تو ایسا ذلت آمیز فعل ہے جس کی کسی حالت میں شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی۔ یہ تو مرد کا اپنے اختیار کو ناجائز استعمال کرنا ہے، اور اللہ کے کمزور بندوں پر ظلم کے لئے راہیں نکالنے کے مرادف ہے، اللہ نے ''معاشرت بالمعروف اور امساک بالمعروف'' کا حکم کیا، آنحضورﷺ نے عورت کے حق میں خیر کی وصیت فرمائی ہے، یہ حرکات ان ساری حدود کو توڑتی ہیں، لاٹھی کی مار ضرب مبرح ہے، اس سے اعضاء کے ٹوٹ جانے اور چمڑے کے پھٹ جانے کا خطرہ ہے، داغ کا پڑ جانا، جلد کا سیاہ پڑ جانا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے، اگر ایسی زدوکوب شوہر نے کسی حق اور جنایت پر بھی کیا ہو تو وہ مستحق تعزیر ہے، چہ جائے کہ یہ امر خود قابل بحث ہے کہ جسے وہ عورت کا قصور کہتا ہے، حقیقۃً قصور ہے بھی یا نہیں؟ اور پھر زدوکوب کے اقرار کے ساتھ ساتھ کہنا کہ فلاں قصور پر مارا محتاج ثبوت ہے کہ واقعۃً وہ قصور عورت سے صادر بھی ہوا یا نہیں، جس کے اثبات کی ذمہ داری مرد پر ہے کہ وہ اس معاملہ میں مدعی کی حیثیت رکھتا ہے، پس میرے نزدیک یہ صریح ظلم ہے جس کا رفع فریضہ قاضی ہے، اور اگر عورت اس ظلم و زیادتی سے عاجز ہوکر میکے میں رک جائے اور تسلیم نفس نہ کرے تو اس کا یہ اقدام منع واحتباس نفس بحق ہے، لہذا وہ ناشزہ نہیں ہوگی اور مستحق نفقہ ہوگی، اور اگر مرد نے نفقہ ادا نہیں کیا ہے تو عدم انفاق بھی باعث فسخ نکاح ہوگا، امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد مسئلہ صاف ہوگیا ہوگا۔

۞۞۞

مسلم پرسنل لا

محمد عبدالرحیم قریشی (سکریٹری بورڈ،حیدرآباد)

نکاح،تفریق،نفقہ،مہر،ولایت،وصیت،وراثت،تبنیت وغیرہ کے معاملات میں شریعت کے احکامات مسلم پرسنل لا کہلاتے ہیں اور یہ دین اسلام کا اٹوٹ حصہ ہیں کیونکہ ان احکامات کی بنیادقرآن کریم پر ہے جس کو مسلمان اللہ تعالی کا کلام مانتا ہے۔رسول اکرم ﷺ کی سنت بھی ان احکامات کی ایک اہم اساس ہے۔فقہ اسلامی کے مختلف مکاتب کے درمیان اختلاف فروعی معاملات میں ہیں بنیادی اصولوں میں تقریباً سب متفق ہیں۔

(۱) تعدداز دواج

(۲) شوہر کوطلاق دینے کا ایک طرفہ غیر مشروط اختیار

(۳) بیوی کی یہ مجبوری کہ شوہر کی مرضی کے بغیر چھٹکارا نہیں پاسکتی۔خلع یا طلاق نہیں لے سکتی۔

(۴) وراثت میں بیٹے اور بیٹی کے حصوں کے درمیان عدم مساوات۔

شریعت کے ان احکامات کوپیش کر کے یہ تصور عام کیا جاتا ہے کہ شریعت اسلامی مخالف عورت ، اینٹی عورت یعنی عورتوں کے حقوق کے خلاف ہے اورعورتوں کو مجبور،محکوم اور کمزور رکھنا چاہتی ہے۔اس مضمون کا جو موضوع ہے وہ مجھے اجازت نہیں دیتا کہ ان اعتراضات پر مکمل گفتگو کی جائے اور تفصیلی جواب دے کر یہ واضح کیا جائے کہ شریعت کے احکامات کس طرح عدل پر مبنی ہیں اورعورتوں کی ضروریات، حقوق اوراحترام کا کتنا لحاظ و خیال شریعت نے رکھا ہے تاہم ان کا مختصر جائزہ ضروری ہے۔

(الف) تعدداز دواج:

اسلام تعدداز دواج کی اجازت دیتا ہے لیکن ساتھ ہی بیویوں کی تعداد کو چار کی حد تک محدود کرتا ہے۔اسلام نے اس بارے میں کڑی شرطیں عائد کی ہیں اور سب کے ساتھ انصاف اور عدل کی اخلاقی پابندی بھی لگائی ہے۔قرآن کریم تلقین کرتا ہے:

''اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں) سے یکساں سلوک نہ کرسکو گے تو ایک عورت (کافی) ہے۔'' (سورۃ النساء۔۳)

یہ غلط تصور عمداً پیش کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان عام طور پر ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں۔یہ بات غلط اور بے بنیاد ہے اعدادو شمار اس کی تردید کرتے ہیں۔مسلمانوں کی بہت بھاری اکثریت یک زوجگی پر کاربند ہے اور ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والوں کا تناسب ہندوستان کے دوسرے مذہبی فرقوں کے مقابل مسلمانوں میں سب سے کم ہے مزید برآں مسلمان معاشی طور پر بہت ہی کمزور ہیں اور معاشی مجبوریاں بھی ایک سے زائد بیوی رکھنے کے عیش سے روکتی ہیں۔

شریعت اسلامی میں اس صورت حال کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے جب کہ بیوی کسی وجہ اور سبب کی بنیاد پر ازدواجی ذمہ داری کو پورا کرنے کے قابل نہ ہو، یا شوہر اس کی ازدواجی صحبت سے تسکین نہ پاتا ہو، یا آبادی میں جنگ،فساد یا مسلح تصادم کی وجہ سے عورتوں اور مردوں کے درمیان تناسب بگڑ گیا ہو۔(جنگوں اور مسلح تصادم وفساد میں مرد زیادہ مارے جاتے ہیں اور عورتوں کا تناسب بڑھ جاتا ہے اور ایسی عورتوں کی تعداد کافی ہوجاتی ہے جن کے لئے شوہر کا ملنا بہت دشوار ہوجاتا ہے) ان صورتوں کے علاوہ اور بھی کئی صورتیں ہوتی ہیں جن میں محدود تعدداز دواج معاشرے کے لئے مفید اور سودمند ہوتا ہے۔دوسری طرف یک زوجگی کے لزوم سے بے حیائی، فحاشی اور عورتوں سے ناجائز تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے یک زوجگی کو قانون کے ذریعہ مسلط کرنے کے نتیجہ میں دوسری عورت سے ناجائز تعلق کو چھوٹ دینا

تقریباً لازمی ہو جاتا ہے جس سے خاندانی زندگی بکھر جاتی ہے ۔ مغرب اور مغربی معاشرہ اس کی بہترین مثال ہے جہاں تعدد ازدواج پر پابندی ہے اور جنسی انارکی اور نراج قابل قبول ہے ۔ سوچئے تو سہی کس کا موقف بہتر ہے دوسری بیوی کا جس کو بیوی کا قانونی رتبہ حاصل ہے جس کے حقوق قانونی حیثیت رکھتے ہیں اور جس کی اولاد کو قانون تسلیم کرنے پر مجبور ہے یا وہ داشتہ جو ''اپنے آدمی'' سے چپکی رہنے اور اس کی جیب پر بوجھ بننے کے لئے مجبور ہے کیوں کہ اس کے تعلق کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے اس کو کوئی قانونی حق حاصل نہیں اور نہ اس سے ہونے والی اولاد کو قانون تسلیم کرتا ہے ۔ ایسی اخلاقی پابندیوں کے تحت محدود تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے جو شریعت انسانی معاشرے کو عطا کرتی ہے۔

(ب) طلاق دینے کا یک طرفہ اختیار

شریعت نے شوہر کو طلاق دینے کا غیر محدود اور غیر مشروط اختیار دیا ہے ایسا حق بیوی کو حاصل نہیں ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ طلاق کے ساتھ ہی بعض مالی ذمہ داریاں طلاق دینے والے مرد پر عائد ہوتی ہیں جبکہ مطلقہ عورت پر کسی کا کوئی مالی حق نہیں بنتا۔ طلاق دینے والے مرد کے لئے اگر مہر ادا نہ کیا گیا ہو تو مہر کا ادا کرنا، عدت کی میعاد کا نفقہ مطلقہ کو دینا، شیر خوار بچے ہوں تو ان کے خرچ کے علاوہ مطلقہ کو شیر خواری کی مدت تک اس کا معاوضہ دینا اور اس وقت تک جب تک کہ بچے ماں کی تحویل میں ہیں بچوں کے نفقوں کے علاوہ بچوں کی نگہداشت کی اجرت ماں کو دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ طلاق دینے والے مرد پر شریعت اسلامی کے اعتبار سے یہ تمام مالی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ طلاق دینے سے پہلے ان تمام مالی ذمہ داریوں کو بھی ذہن میں رکھ کر فیصلہ کرتا ہے، مالی ذمہ داریوں کا احساس بھی جب مزاج میں آئے طلاق دینے سے روکتا ہے۔ مطلقہ عورت پر کوئی مالی ذمہ داری شریعت نے عائد نہیں کی ہے اگر کسی معاہدہ میں ایسی شرط ہو کہ معاہدہ ختم کرنے کے نتیجہ میں صرف ایک ہی فریق پر مالی ذمہ داری عائد ہوگی تو کیا دنیا کا کوئی قانون اس فریق پر جس پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے یہ اختیار دے گا کہ وہ معاہدہ توڑ کر مالی نفع کمائے یا یہ اختیار اس فریق کو دیا جائے گا جس کو مالی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے بھی اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ طلاق کا اختیار کیوں مرد کے ہاتھ میں ہے اور کیوں عورت کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا ہے۔

(ج) طلاق حاصل کرنے میں عورت کی عدم اہلیت اور مجبوری:

اگر بالکلیہ غیر جانب داری کے ساتھ انصاف وعدل کے نقطہ نظر سے عورت کی فطرت کا جائزہ لیا جائے تو یہ محسوس ہوگا کہ پیدا کرنے والے نے عورت کو دل اور دل کی بڑی دولت محبت ، جذبات کی فراوانی اور احساسات کی تیز روانی سے نوازا ہے ۔ یہ محبت اور جذباتی ساخت ایک ماں کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اسی لئے پیدا کرنے والے خالق کائنات نے عورت کی فطرت میں غیر معمولی محبت، بے انتہا جذباتیت اور احساسات کی تیز روی رکھ دی ہے ۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے تو اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ شریعت کے احکامات موافق عورت ہیں (پرو ویمن ہیں اینٹی ویمن نہیں) تاہم عورت اگر یہ محسوس کرے کہ اس کا شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کر رہا ہے اور وہ زندگی سے اتنی عاجز آچکی ہے کہ علیحدگی میں ہی نجات محسوس کرتی ہے تو شریعت نے اس کے آگے چار راہیں کھلی رکھی ہیں ۔ طلاق تفویض ، خلع ، مبارات اور فسخ ۔ اسلام کی تلقین یہ ہے کہ اگر بیوی تفریق یا علیحدگی کی خواہش کرے تو مرد اس کی تکمیل کردے ۔ ایسے مرد کے لئے جو اپنی بیوی کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے اور طلاق یا خلع کی اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیتا ہے سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔

(د) ترکہ کے حصے میں عدم مساوات:

اسلام کا قانون وراثت قرآن، حدیث، اور اجماع پر مبنی ہے اور بالخصوص بیٹے اور بیٹی کے حصوں کے درمیان عدم مساوات کی بات قرآن کے احکامات میں موجود ہیں۔ سورۃ النساء کی ۱۱ر تا ۱۴ر آیات میں اس کا بیان ہے کہ ایک ہی درجے اور رتبے کے ورثاء کے درمیان حصوں میں فرق و تفاوت اور عدم مساوات کی بنیاد جنس کا اختلاف نہیں بلکہ براہ راست اس کا تعلق ان ذمہ داریوں سے ہے جن کا بوجھ ان ورثاء پر ڈالا گیا ہے جو زیادہ حصہ پاتے ہیں۔ اصول یہ ہے کہ ''جس کی جتنی ذمہ داری اس کا اتنا حق ۔''

میراث سے متعلق احکامات میں نفقات کے بارے میں شریعت کے قانون کے پس منظر میں غور کرنا چاہئے جس میں نزدیک اور دور کے رشتہ داروں کے نفقہ کی ذمہ داری زیادہ تر مرد پر عائد کی گئی ہے اور مرد کو بالخصوص خاتون رشتہ داروں کی ضرورتوں کا کفیل بنایا گیا ہے اور ان کے حق کو ترجیح دی گئی ہے جیسے باپ کے مقابل میں ماں کا حق، بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کا حق ترجیح رکھتا ہے۔اس صورت حال میں اگر عورت کو مرد کے مساوی حصہ دیا جاتا ہے تو یہ بات عدل اور انصاف کے خلاف ہوتی۔

مرد و عورت کے درمیان مساوات کا تصور اور ایک دوسرے کے خلاف حقوق کا دعویٰ مغربی ماڈرن ازم کی اہم خصوصیت ہے جس کے نتیجے میں مغرب میں خاندان بکھر رہا ہے اور ٹوٹ رہا ہے۔مغرب نے عورت کو مرد کے خلاف، بیوی کو شوہر کے خلاف حریف اور مدمقابل بنا کر کھڑا کر دیا ہے، جب کہ اسلام ان دونوں کو ایک دوسرے کا ساجھی وساتھی اور ایک دوسرے کی تسکین کرنے والا قرار دیتا ہے یہ حریف اور مدمقابل نہیں بلکہ ایک دوسرے کے شریک کار ہیں۔جن کی ذمہ داریاں ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والی اور سہارا دینے والی ہیں۔خاندانی زندگی کے میدان میں مخالف جنسوں کے درمیان مکمل اور مطلق مساوات قطعاً ناممکن ہے۔ایک مملکت اور ایک حکومت چل نہیں سکتی اگر مساوی اختیار رکھنے والے دو افراد کو اس کا صدر بنا دیا جائے، ایسی صورت میں سماجی نظام کی بنیادی اکائی جس کو خاندان کہا جاتا ہے اس کی تشکیل کرنے والے دو افراد کے درمیان حقوق اور اختیارات کی مکمل اور مطلق مساوات قائم کر دی جائے تو دو صدور پر مشتمل یہ اکائی کیسے اور کس طرح خوش حال رہ سکتی ہے؟ اسلام اس معاملے میں حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر اختیار کرتا ہے اور مرد کو قوام قرار دیتا ہے جس پر خاندان کے استحکام، مالی ذمہ داری اور نگہداشت کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔

ہندوستانی مسلم سماج:

اوپر جو کچھ کہا گیا ہے اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ ہندوستانی مسلم سماج میں سب کچھ ٹھیک اور درست ہے۔ہم ایسے واقعات بھی سنتے ہیں کہ صرف مزے اور لطف کی خاطر دوسری عورت کو بیوی بنایا گیا اور پہلی کو اس طرح نظر انداز کر دیا گیا کہ اس کی بنیادی ضرورتوں کی بھی کوئی فکر نہیں۔طلاق کے اختیار کے بے جا استعمال کے واقعات بھی ہوتے ہیں کہ کسی معمولی سی بات پر غصہ میں طلاق، طلاق، طلاق کہہ کر علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور عورت لاچاری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے اس سے پیدا ہوئی اپنی اولاد کے تعلق سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کو فراموش کر دیا جاتا ہے ایسے واقعات بھی سامنے آتے ہیں کہ بیوی تنگ آ کر علیحدہ ہونا چاہتی ہے لیکن اس کو نہ طلاق دی جاتی ہے اور نہ اس کے حقوق ادا کئے جاتے ہیں لٹکا کر رکھا جاتا ہے۔

ترکہ کی تقسیم کے وقت بہنوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا بہنوں کی شادی کے موقع پر باپ نے جو کچھ خرچ کیا تھا وہ ان کے حصے میں لگا دیا جاتا ہے۔ایسے ہی واقعات کو بنیاد بنا کر مسلم پرسنل لا کے خلاف شور شرابہ کیا جاتا ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ مسلمان مرد، عورتوں پر ظلم کرتے ہیں اور اسلام عورتوں کے ساتھ ظلم کرتا ہے حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ مسلمان شریعت اور اسلامی احکامات کو پیٹھ پیچھے ڈال دیتے ہیں اور ان کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں شریعت کا احترام کیا جائے، تو مسلمانوں کو اپنے گھر کو بھی درست کرنا پڑے گا۔یہ علماء کرام اور ملی کارکنوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ شریعت کے احکامات سے عوام کو واقف کرائیں۔عورتوں کے حقوق کے بارے میں شعور بیدار کیا جائے اور اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے اور شریعت کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کا ذوق وشوق پیدا کیا جائے یہ کام بہت ضروری ہے۔

لیکن کبھی کوئی ایسا مطالبہ سننے میں نہیں آیا کہ جرائم کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے اس لئے قانون تعزیرات ہند کو ختم کر دیا جائے یا چوں کہ پولیس قانون، قاعدوں اور ضابطوں کو خود توڑ رہی ہے اس لئے ضابطہ فوجداری منسوخ کر دیا جائے۔اگر مسلمانوں کے اندر شریعت کی خلاف ورزی کے واقعات کہیں کہیں ہو جاتے ہیں تو کیا یہ مطالبہ کرنا مناسب ہوگا کہ شریعت میں مداخلت کی جائے یا مسلم پرسنل لا کو منسوخ کر دیا جائے؟

۞۞۞

مسلم سماج میں طلاق کا بے جا استعمال

مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی (رکن بورڈ، مالیر کوٹلہ)

اسلام نے نکاح اور طلاق دونوں کو آسان بنایا ہے ___ نکاح رشتے کا جوڑنا ہے اور طلاق رشتے کا توڑنا ہے ___

رشتوں کو جوڑنا اللہ کو پسند ہے اور توڑنا ناپسندیدہ ہے۔

اسلئے نکاح کو سنت اور تکمیل دین کا ذریعہ قرار دیا کیونکہ نکاح کے ذریعے جو ذمہ داریاں آتی ہیں ان کو پورا کرنا اور ان کا ٹھیک ٹھیک حق ادا کرنا دین کا اہم شعبہ ہے اس لئے نکاح میں عبادت کا پہلو بڑا نمایاں اور غالب نظر آتا ہے۔

اگر یہ بات پیش نظر رہے کہ مسلمان کی زندگی کا مقصد آخرت کی سرفرازی ہے تو دنیا کے بیشتر معاملات کا رخ بدل جاتا ہے ___ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ پوری زندگی ہی بندگی کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔

اب شادی اور نکاح کو ہی لے لیجئے شادی کیا ہے دو افراد کی شریعت کے مطابق یک جائی کا نام ہے مرد ہو یا عورت، ہر ایک کا مزاج، طبیعت کا رجحان، ذوق و مذاق، الگ الگ ہوتا ہے ___ پھر انسانی کمزوریاں جس سے کوئی خالی نہیں ہے اب دونوں کو ایک ساتھ چلنا ہے زندگی کا لمبا سفر طے کرنا ہے دونوں نکاح کے مضبوط بندھن میں بندھے ہیں یہ کوئی وقتی تعلق نہیں ہے یہ میثاق غلیظ مضبوط اور پختہ عہد ہے جو دونوں نے ایک دوسرے سے کیا ہے۔

مرد و عورت کا یہ تعلق صرف مرد و عورت کا تعلق نہیں ہے بلکہ دو خاندانوں کا تعلق ہے جس میں دونوں طرف کے بہت سے لوگ شامل ہیں۔

یہ تسلیم ہے کہ یہ رشتہ جہاں بہت خوبصورت اور دلکش ہے اس کے ساتھ اس میں کچھ کٹھنائیاں بھی آتی ہیں مزاجوں کی ہم آہنگی میں تھوڑا وقت لگتا ہے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے کچھ باتوں کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے جب رشتہ نبھانا ہوتا ہے تو وہ دشواریاں بھی آسان ہو جاتی ہیں۔

ہمیں یاد ہے جب اصلی دانتوں کی جگہ ہم نے نقلی دانت لگوائے تو اس کے باوجود کہ دندان ساز اپنے فن کے بڑے ماہر تھے اور انہوں نے خوب ناپ تول کر ہمارے منہ کے سائز کے مطابق اوپر نیچے دانتوں کا جوڑا بنایا تھا مگر کچھ دن ان دانتوں نے ہمیں بڑا تنگ کیا نہ کوئی چیز چبا سکتے تھے نہ کھا سکتے تھے ارادہ یہ ہوا کہ ان دانتوں کو نکال کر باہر رکھ دیں مگر دندان ساز نے بتایا تھا کہ یہ چند دن کی بات ہے پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

وہی ہوا چند دن کے بعد دانتوں نے ہمارے مسوڑوں میں جگہ بنالی اور اب ہماری ان کے ساتھ خوب نبھ رہی ہے۔

بس یہ نبھانا جسے ایڈجسٹ (Adjust) کرنا کہتے ہیں زندگی کا بنیادی اور سب سے سنہرا اصول ہے اسی بات کو قرآن کی زبان میں اس طرح کہا گیا ہے ___

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فان کرھتموھُنَّ فعسی ان تکرھوا شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً (سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۹)

''ان عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہوئے زندگی گذارو ....پھر اگر وہ تمہیں ناپسند بھی ہوں تو (اس سے تمہارے عمدہ رویہ میں فرق نہ آئے کیوں کہ) ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں بہت خیر و برکت کا سامان رکھ دے،،۔

اسی بات کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے انداز میں نمایاں فرمایا ہے، ارشاد ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لایفرَكُ مؤمنٌ مؤمنۃً. ان کرہ منھا خُلقاً رضی منھا آخرُ. (رواہ مسلم، مشکوۃ باب عشرۃ النساء)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن مرد (اپنی) مومن بیوی سے بغض نہیں رکھ سکتا، اگر اس کی ایک خصلت بری محسوس ہوگی تو دوسری عادت اسے پسند آئے گی''۔

حسن معاشرت:۔

مثال مشہور ہے کہ جب دو برتن ہوتو آپس میں کھڑ کتے بھی ہیں ــــــ میاں بیوی کا شب و روز کا ساتھ ہوتا ہے کچھ نہ کچھ کبھی کبھار تلخی بھی پیش آجاتی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی بھی بڑی مثالی ہے آپ اپنے اہل وعیال کے لئے ہر لحاظ سے بہتر تھے پھر بھی کبھی کبھی کچھ ناراضگی بھی پیش آجاتی تھی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ــــــ عائشہ جب تم ہم سے ناراض ہوتی ہوتو ہم سمجھ جاتے ہیں ــــــ کیونکہ جب تم ناراض ہوتی ہوتو کہتی ہورب ابراھیم کی قسم اور جب ہم سے خوش ہوتی ہوتو کہتی ہورب محمد کی قسم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر جھکا کر مسکراتے ہوئے عرض کیا ــــــ یارسول اللہ آپ کا نام ہی تو حذف کرتی ہوں (یعنی آپ کو بھولتی تو نہیں ہوں)۔

ناراضگی کے اظہار کا یہ بڑا لطیف انداز ہے۔

اسلام نے حسن معاشرت کے لئے طریقہ بتایا ہے کہ اگر میاں بیوی میں بات کچھ زیادہ بڑھتی نظر آئے اگر بیوی قصور وار ہے اور وہ حقوق زوجیت کا لحاظ نہیں رکھ رہی ہے تو۔

پہلے اس کو سمجھانے کی کوشش کرے۔

اگر ضرورت ہوتو اس کو خواب گاہ میں اکیلا چھوڑ دے ــــــ ساتھ نہ سونا ایک بڑا نفسیاتی علاج ہے عورت کے احساس کو اس سے چوٹ پہونچتی ہے مرد کو بھی تنبیہ ہوتی ہے اور دونوں کو اپنی روش پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے۔

پھر بھی بات نہ بنتی نظر آئے جیسا کہ قرآن نے رہنمائی کی ہے کہ دونوں طرف سے ثالثی مقرر کر کے سمجھدار لوگوں کے سامنے معاملہ رکھا جائے ۔ بات بننے والی ہے تو اتنی تدبیروں کے بعد بات بن جائے گی تعلقات ٹھیک ہوجائیں گے۔

طلاق کی گنجائش:۔

کیا بنے بات جب بات بنائے نہ بنے، کیا یوں ہی معلق چھوڑ دیا جائے، معاملہ بیچ میں لٹکا رہے نہ ادھر اُدھر۔

بہت سے مذاہب میں طلاق کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے یا اس کو اتنا مشکل بنا دیا گیا ہے کہ طلاق کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔

ہندوستان میں عدالتوں کا رجحان طلاق کو مشکل بنانے کی طرف ہے، اسلام نے بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے طلاق پر ایسی پابندیاں نہیں لگائیں، جو جانبین کے لئے مشکلات پیدا کریں۔

مگر اسلام کی نظر میں طلاق ایک آخری صورت ہے اگر نکاح کا رشتہ اپنا مقصد کھو چکا ہے زوجین میں ہم آہنگی نہیں ہے اور پوری کوشش کے باوجود اب اس رشتے کا قائم رہنا مشکل ہوگیا ہے اور ڈر ہے کہ اس سے بہت سی دوسری خرابیاں پیدا ہوں گی اللہ کی حدیں ٹوٹیں گی تو پھر اس رشتے کا ٹوٹ جانا ہی مناسب ہے اس صورت میں طلاق مسئلے کا ایک حل ہے۔

یہ بات سامنے رہنی چاہئے کہ طلاق جائز ہونے کے باوجود ایک ناپسندیدہ عمل ہے بیشک اللہ تعالی نے اشرف المخلوقات کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کی قدر و قیمت کو جانا ہے اور اس کو انسانی زندگی میں مقام عطا کرتے ہوئے مؤثر گردانہ ہے۔

مگر خود اشرف المخلوقات کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ جذبات کی رو میں بہہ کر بے موقع بات نہ کرے اور سوچ سمجھ کر پوری احتیاط کے ساتھ قدم اٹھائے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت سامنے رہنی چاہئے کہ اگر ایسا نازک موقع آرہا ہوتو صاف لفظوں میں ایک طلاق دی جائے۔

یہ ایک طلاق رجعی ہوگی ــــــ مرد کو رجوع کرنے اور اپنی طلاق واپس لینے کا موقعہ رہے گا ــــــ طلاق کے بعد عدّت ہوتی ہے ــــــ عدت کے اندر اندر یہ طلاق واپس ہوسکتی ہے۔

اگر طلاق بائن دی تو واپس لینے کا اختیار تو نہیں رہتا ہے مگر دوبارہ براہ راست دونوں چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں۔

مسلم سماج میں طلاق کا بے جا استعمال بڑا انتشار پیدا کر رہا ہے، اس سے خاندان بکھر رہے اور ٹوٹ رہے ہیں، طلاق شدہ عورتیں کس مپرسی کی حالت میں زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ بچے ہو جاتے ہیں تو مسئلہ اور زیادہ گمبھیر اور مشکل ہو جاتا ہے ــــــ بڑے پیمانے پر اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

❁❁❁

نکاح میں ولی کے کردار کی اہمیت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ، حیدرآباد)

کائنات کی یہ وسیع وعریض اور حسین وجمیل بستی حضرت انسان کے لیے بسائی گئی ہے اور جمادات اور حیوانات سے لے کر ملائکہ تک شب وروز ان کی خدمت اور ان کے لیے سہولتوں کی فراہمی میں مشغول ہیں، اس بستی کو قیامت تک آباد رہنا ہے اور پھر قیامت کے بعد انہیں آباد کاروں سے جنت و دوزخ کی آبادی بھی متعلق ہے، اسی لیے انسان کے اندر افزائش نسل کا ایک قدرتی نظام رکھا گیا ہے، اس نظام کو جاری وساری رکھنے کے لیے مرد وعورت میں مخصوص قسم کی تولیدی صلاحیت رکھی گئی ہے اور اس صلاحیت کو بروئے کار لانے کی غرض سے انسان کے اندر صنفی جذبات اور اولاد کی خواہش رکھی گئی ہے، اس سے یہ بستی ہمیشہ شاد وآباد رہتی ہے۔

اب ایک صورت تو یہ ہے کہ مرد وعورت کا یہ تعلق اصول وقانون سے آزاد ہو، جیسا کہ جانوروں میں ہے، ایسی آزادانہ صنفی زندگی سے بچوں کی پیدائش تو ہوسکتی ہے، لیکن کوئی خاندان وجود میں نہیں آسکتا، انسان دادیہالی، نانیہالی، اور سسرالی قرابت مندیوں کے حصار میں جب اپنی زندگی گذارتا ہے تو اس کے ساتھ دکھ سکھ میں ایک بڑی تعداد شریکِ حیات ہوتی ہے، یہ شرکت خوشی کو دوبالا اور غم کو ہلکا کرتی ہے، اس سے انسان کو خاندانی تحفظ حاصل ہوتا ہے، سماج میں اس کی شناخت اور پہچان بنتی ہے اور اس کے بزرگوں کے کارنامے عملی زندگی میں حوصلہ مندی اور جوشِ عمل کا باعث بنتے ہیں، پس ازدواجی نظام انسانی فطرت کا ایک حصہ اور انسانی سماج کی بہت اہم ضرورت ہے۔

اسی لیے اسلام نے نکاح کی بڑی تاکید کی ہے اور تجرد کی زندگی کو پسند نہیں کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر نوجوانوں کو تاکید فرمائی کہ ان میں سے جن کے اندر نکاح کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت ہو، انھیں نکاح کر لینا چاہئے ''من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج''، یہ تعلیم نہ صرف نوجوانوں کو دی گئی، بلکہ سماج کو بھی متوجہ کیا گیا کہ جو لوگ تجرد کی حالت میں ہوں خواہ ابھی ان کی شادی نہ ہوئی ہو یا شادی ہوئی ہو اور اب وہ کسی وجہ سے تجرد کی زندگی گزار رہے ہوں، ان کا نکاح کیا جائے فَانْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ (نور:۳۲) کیوں کہ نکاح سے گریز نسل انسانی کی افزائش کے لیے بھی نقصان دہ ہے اور اس سے سماج میں اخلاقی قدریں بھی پامال ہوتی ہیں، چنانچہ آج مغربی معاشرہ اس کی واضح مثال ہے۔

نکاح کے سلسلہ میں شریعت نے جو ضوابط مقرر کئے ہیں، ان میں ایک قانونِ ولایت ہے، ولایت کے معنی دوستی، نگرانی، سرپرستی، محبت وغیرہ کے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مؤمن مرد وعورت ایک دوسرے کے ولی ہیں، یعنی وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور مدد کرنے والے ہیں ''وَالْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ'' (التوبہ:۷۱) اسی سے ولی کا لفظ ہے، فقہ کی اصطلاح میں ''ولایت سے مراد ہے اپنی رائے کو دوسرے پر نافذ کرنے کا اختیار''

فقہ کی کتابوں میں ولایت کے سلسلہ میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، چنانچہ احکام کے اعتبار سے ولایت کی تین قسمیں کی گئی ہیں: ولایت علی النفس یعنی کسی کی ذات پر ولایت، اس میں نکاح، تعلیم، علاج، کام میں لگانے وغیرہ کی ذمہ داری آتی ہے، ولایت علی المال یعنی مالی امور کی ولایت، اس میں زیر ولایت شخص کے مال کی حفاظت، اس پر خرچ کرنا، اس کی سرمایہ کاری اور تفریق وغیرہ کرنا داخل ہے، تیسری قسم ہے ولایت علی النفس والمال یعنی جان ومال دونوں کی سرپرستی اور نگرانی۔

ولایت بنیادی طور پر نابالغ اور فاتر العقل لڑکوں اور لڑکیوں پر حاصل ہوتی ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں خود درست فیصلہ کرنے اور اپنے نفع

ونقصان کا صحیح اندازہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اس لیے اس بات پر فقہاء متفق ہیں کہ نابالغ اور فاتر العقل شخص خود اپنا نکاح نہیں کرسکتا، اولیاء ہی کو حق ہے کہ اس کا نکاح کریں، لیکن بالغ ہونے کے بعد بھی مستحسن طریقہ یہ ہے کہ اولیاء کو اعتماد میں لے کر نکاح کیا جائے، اس لیے کہ وہ اپنے تجربہ اور جہاں بینی کی بنیاد پر جتنا درست فیصلہ کرسکتے ہیں، خود یہ لڑکے اور لڑکیاں نہیں کرسکتے، اسی لیے احناف کے نزدیک اختیارات کے اعتبار سے ولایت کے تین درجے ہیں، ولایتِ الزام، ولایتِ اجبار اور ولایت ندب، ولایتِ الزام سے مراد یہ ہے کہ ولی کا کیا ہوا نکاح زیرِ ولایت شخص کے حق میں لازم ہوجائے اور اس کو نکاح رد کرنے کا حق باقی نہیں رہے؛ چنانچہ والد یا دادا نے اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کردیا تو وہ نکاح لازم ہوگیا، بشرطیکہ ولی نکاح کرتے وقت نشہ کی حالت میں نہ رہا ہو اور وہ اپنے اختیارات کے غلط استعمال کرنے میں معروف نہ ہو، لڑکے اور لڑکیاں بالغ ہونے کے بعد بھی اس نکاح کو رد نہیں کرسکتے۔

دوسرا درجہ ولایتِ اجبار کا ہے، ولایتِ اجبار سے مراد یہ ہے کہ زیر ولایت شخص کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کردینا درست ہو، لیکن یہ اس پر لازم نہ ہو، بالغ ہونے کے بعد اگر انہیں رشتہ پسند نہ آئے تو وہ اس رشتہ کو رد کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، اس اختیار کو 'خیارِ بلوغ' کہتے ہیں، یہ ولایت باپ دادا کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں چچا، بھائی وغیرہ (جن کی تفصیل کتبِ فقہ میں موجود ہے) کو حاصل ہوتی ہے، البتہ اس میں کسی قدر اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لڑکی کو بھی بالغ ہونے کے بعد اپنی ذات کے بارے میں اختیار حاصل ہوجاتا ہے اور وہ اپنا نکاح کرسکتی ہے، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک بالغ ہونے کے بعد بھی ولی کی وساطت کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

تیسرا درجہ 'ولایتِ ندب' کا ہے، یعنی جن کو خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن مستحب اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ ولی کی رضامندی ہی سے نکاح کرے، یہ حکم لڑکوں اور لڑکیوں دونوں ہی کے لیے ہے، لیکن لڑکیاں چوں کہ اندرونِ خانہ رہتی ہیں، حالات سے واقف نہیں ہوتیں اور اپنی جذباتیت کی وجہ سے بعض دفعہ بہت جلد مردوں کے دام میں آجاتی ہیں، اس لیے عورتوں کے لیے اس کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہے، اسی لیے خواتین کو اس سلسلہ میں زیادہ تاکید کی گئی ہے اور اسی لیے بعض فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ لڑکیاں بالغ ہونے کے بعد بھی خود اپنا نکاح نہیں کرسکتیں۔

حدیثوں میں بڑی اہمیت کے ساتھ ولی کی ضرورت کو واضح کیا گیا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے نہیں کیا جائے، ''لا نکاح إلا بولي'' (ترمذی، حدیث نمبر:۱۱۰۱) جمہور کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ بغیر ولی کے نکاح درست ہی نہیں ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کی مراد یہ ہے کہ ولی کے بغیر نکاح کرنا بہتر نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت نے اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا، اس کا نکاح باطل ہے، (ترمذی، حدیث نمبر: ۱۱۰۲) جمہور کے نزدیک اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ اس کا نکاح ہی درست نہیں ہوگا، حنفیہ اس سے مراد لیتے ہیں کہ اس کا نکاح نفع بخش نہیں ہوتا ہے، حنفیہ کے پیش نظر قرآن مجید کی وہ آیات جن میں خود عورتوں کی طرف نکاح کرنے کی نسبت کی گئی ہے، (بقرہ:۲۳۲،۲۳۰) نیز یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو ان کے کسی ولی کے بغیر، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی کا نکاح فرمایا بھائی سے اجازت لیے بغیر، اس لیے حنفیہ نے بالغ ہونے کے بعد لڑکیوں کو خود اپنے نفس پر مختار قرار دیا ہے، بہرحال ان آیات واحادیث کی جو بھی تشریح کی جائے، لیکن یہ بات تو واضح ہے کہ خاص طور پر لڑکیوں کے نکاح کے سلسلہ میں ولی کی خاص اہمیت ہے اور اس کی رائے نظر انداز کردینا کسی طور پر مناسب نہیں۔

لیکن افسوس کہ آج کل اس سلسلہ میں افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے، کچھ لوگ وہ ہیں جو لڑکیوں کو اس کے حق انتخاب ہی سے محروم کردیتے ہیں، اور بغیر لڑکی کے مشورہ کے اس کا رشتہ طے کردیتے ہیں؛ حالاں کہ ولی کے لیے ضروری ہے کہ وہ لڑکی کی رضا معلوم کرکے ہی اس کا نکاح کرے، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لڑکی بمقابلہ اپنے ولی کے اپنی ذات کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری لڑکی سے بھی نکاح کے سلسلہ میں

اجازت لی جائے گی ''الأيّم أحق بنفسها من وليها ......''۔(مؤطا امام مالک، حدیث نمبر:۱۱۳۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ راوی ہیں ایک کنواری لڑکی حضورﷺ کی خدمت میں آئی کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے؛ حالاں کہ وہ اس رشتہ کو ناپسند کرتی ہے، آپﷺ نے سنا تو اس لڑکی کو اختیار دیا کہ چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے یا ختم کردے، (ابوداؤد، حدیث نمبر:۲۰۹۶) اس لیے بعض سرپرستوں کا یہ رویہ کہ بغیر پوچھے اور اجازت لیے ہوئے لڑکی کا نکاح کردیں درست نہیں، یہ عورتوں کے ساتھ ظلم ہے اور شریعتِ اسلامی میں دی گئی شخصی آزادی کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ بعض اوقات نوجوان لڑکیاں چھپ کر اپنا نکاح کرلیتی ہیں یا بعض لوگ ورغلا کر انہیں اپنے نکاح میں لے آتے ہیں، چاہے یہ نکاح دو گواہ کی موجودگی کی وجہ سے درست ہوجائے؛ لیکن یہ شریعت کی روح کے خلاف ہے اور اگر لڑکی نے بے جوڑ رشتہ کرلیا ہو، جو اس کے اہل خاندان کے لئے شرمساری کا باعث ہو، تو اولیاء کو اس پر اعتراض کرنے اور قاضی کے ذریعہ اس نکاح کو رد کردینے کا اختیار حاصل ہے، رسول اللہ ﷺ نے چھپ کر نکاح کرنے کو منع فرمایا ''نهى عن نكاح السر'' (مجمع الزوائد عن ابی ہریرۃ:۲۸۵/۴) اس لیے نکاح میں اعلان و اظہار کا حکم دیا گیا ہے اور مسجد میں نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے؛ کیوں کہ مسجد میں عام طور پر حاضرین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہوتی ہے، ''أعلنوا هذا النكاح و اجعلوه في المساجد'' روایتوں میں اضافہ ہے کہ حلال و حرام کے درمیان اعلان ہی سے فرق ہوتا ہے: ''فإن فصل ما بين الحلال و الحرام الإعلان''۔(مجمع الزوائد، حدیث نمبر:۷۰۴۱)

اب اس نکاح سے زیادہ برا نکاح کون ہوگا، جس میں باپ تک کو نکاح کی خبر نہ ہو؟ ایسے نکاح عام طور پر وقتی جذبات کے تحت کیے جاتے ہیں اور اپنے انجام کے اعتبار سے ناکام ثابت ہوتے ہیں؛ کیوں کہ ایسے رشتوں میں نوجوان اور ناتجربہ کار لڑکیاں صورت و شکل، گفتگو اور اظہارِ محبت سے متاثر ہوکر نکاح پر آمادہ ہوجاتی ہیں، اور دیکھا گیا ہے کہ زیادہ تر اس طرح کے نکاح دیرپا ثابت نہیں ہوتے، اس لیے سماج صالح اور نکاح کے مقاصد کے اعتبار سے یہ بات ضروری ہے کہ نکاح میں سرپرست کو بھی اعتماد میں لیا جائے، خاص کر جو لوگ دینی کاموں سے متعلق ہوں، ان کے لیے اس کی اہمیت زیادہ ہے، کیوں کہ ولی کی شمولیت کے بغیر نکاح تہمت کا موقع پیدا کرتا ہے، اس سے بدگمانی کی راہ کھلتی ہے، اور جو لوگ دین کی خدمت میں مشغول ہوں، ان کے لیے خاص طور پر مواقع تہمت سے دور رہنا اور اپنے آپ کو شکوک و شبہات کی جگہ سے بچانا ضروری ہے۔

غرض کہ اس سلسلہ میں توازن اور اعتدال کی ضرورت ہے، نہ یہ درست ہے کہ لڑکیوں کی جائز خواہش اور پسند کا خون کردیا جائے، اور انہیں ایک ایسے رشتہ پر مجبور کردیا جائے جوان کے دل کو قبول نہ ہو اور نہ یہ مناسب ہے کہ لڑکے اور خاص کر لڑکیاں سرپرستوں کے مشورہ کو خاطر میں نہ لائیں اور انہیں اعتماد میں لیے بغیر نکاح کرلیں۔

۞۞۞

اعلان ملکیت و دیگر تفصیلات
فارم (۴) قاعدہ نمبر (۸)

رسالہ کا نام: سہ ماہی خبر نامہ
مقام اشاعت: نئی دہلی
مدت اشاعت: سہ ماہی
پرنٹر، پبلیشر و ایڈیٹر کا نام: سید نظام الدین
قومیت: ہندوستانی
پتہ: ۱۷۶اے/۱، مین بازار اوکھلا گاؤں،
جامعہ نگر، نئی دہلی

میں سید نظام الدین تصدیق کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا امور میرے علم و یقین سے صحیح ہیں۔

دستخط
سید نظام الدین

خواتین کا حق میراث

ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی (اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک اسٹڈیز: مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد)

مرد اور عورت انسانی سماج کے دو عنصر ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہیں۔ کیونکہ ہر ایک عنصر اپنی جگہ ادھورا ہے، جو دوسرے سے مل کر مکمل ہوتا ہے۔ مرد اور عورت کے اس دوطرفہ مساوی تعلق کا اظہار رسول خدا ﷺ کے ایک جملہ میں یوں ہوا ہے: ''النساء شقائق الرجال'' (عورتیں مردوں کا حصہ ہیں)

محسن انسانیت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں عورت کی عزت، وقار واحترام اور حقوق واختیارات کو پوری طرح نمایاں کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کی سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں زندگی کے دس اچھے اوصاف کے ساتھ جس طرح مرد کا نام لیا گیا ہے، بالکل اسی آہنگ میں وہ سارے اوصاف عورت کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ تعلیم سے آراستہ ہونے کی ذمہ داری مرد اور عورت دونوں پر یکساں رکھی گئی ہے۔ عبادات اور ان کے ذریعہ روحانی تربیت اور اپنے رب سے قربت کے مواقع میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ زندگی کی ایک اہم ضرورت مالی اختیارات ہیں۔ یہاں فراخی ہی نہیں بلکہ فیاضی اور سخاوت کا منظر ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق عورت کو مکمل حقوق ملکیت (Full Rights of Ownership) حاصل ہیں۔ اور وہ اپنے حق ملکیت میں کسی بھی فیصلہ کا پورا اختیار رکھتی ہے، اس میں کسی دوسرے کو دخل اندازی (Interference) کا حق نہیں ہے۔ خواہ وہ دوسرا شخص عورت کا شوہر ہو یا عورت کا باپ یا کوئی اور رشتہ دار۔

عورت کے سامنے ملکیت حاصل کرنے کے لئے راستے اسلام نے کھولے ہیں۔ وہ بذات خود یا پارٹنر شپ میں تجارت کر سکتی ہے۔ وہ اپنی رقم اور سرمایہ کسی جائز کاروبار میں انوسٹ کر سکتی ہے۔ اسے کہیں سے گفٹ اور ہدیہ مل سکتا ہے جو اس کی ذاتی ملکیت ہوگی۔ رشتہ ازدواج (Marriage) سے بندھتے وقت وہ مہر کی بہت مناسب رقم کی مالک ہوتی ہے، جو عورت کی ذاتی ملکیت ہے، شوہر کو اس رقم پر قانوناً کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ شادی اور دوسرے مواقع پر اعزہ واحباب کی طرف سے ملنے والے تحفے اس کی ذاتی ملکیت ہیں۔

عورت کی مالی ملکیت کا ایک بہت بڑا ذریعہ اس کا حق میراث (Right of Inheritance) ہے۔ میراث کا حق بڑا وسیع اور بہت نفع بخش ہے، یہ بظاہر ایک حق ہے لیکن اس کی زرخیزی کا اندازہ اس حق کی درج ذیل خصوصیات سے ہوسکتا ہے:

۱۔ یہ حق عورت کو کئی بار حاصل ہوتا ہے، کیونکہ خاندان کے کئی افراد کی جانب سے وہ میراث کا مستحق بنتی ہے۔

۲۔ عورت کو زندگی کے ہر مرحلہ میں میراث مل سکتی ہے، وہ بیٹی ہو، بہن ہو، ماں ہو، بیوی ہو، ہر صورت میں وہ میراث کی مستحق بنتی ہے، بلکہ نابالغ بچی ہو تب بھی میراث میں اس کو اسی طرح حصہ ملتا ہے جس طرح بڑے ہونے کی صورت میں ملتا ہے۔

۳۔ میراث کا یہ حق کئی صورتوں میں بہت بڑھ جاتا ہے، بلکہ کبھی خاندان کی پوری جائیداد اور تمام دولت تنہا اسے مل جاتی ہے۔

۴۔ عورت کا یہ حصہ مرنے والے شخص کے چھوڑے ہوئے تمام سامانوں سے ملتا ہے۔ بینک بیلنس، شیئرز، پراپرٹی، مکان ودکان، استعمال کی چیزیں، گاڑی اور فرنیچر وغیرہ جتنے قسم کے سامان اور جتنے حقوق مرنے والے شخص سے متعلق ہوں، ان سب میں سے عورت کو حصہ ملتا ہے۔

۵۔ عورت کو میراث کا حصہ جس طرح شادی سے پہلے ملتا ہے، اسی طرح شادی کے بعد بھی ملتا ہے، شادی میں عورت پر ہونے والے خرچ کا کوئی اثر اس کے حق میراث پر نہیں پڑتا ہے۔

۶۔ عورت کو شادی کے بعد اپنے میکہ سے بھی حق میراث ملتا ہے اور اپنے سسرال میں بھی وہ میراث پاتی ہے۔

اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے یہ حق میراث عورت کی مالی آمدنی اور

ملکیت کا بہت اہم ذریعہ بن جاتا ہے۔اسلام نے عورتوں کو یہ حق اس کی ان تمام وسعتوں کے ساتھ دے کر سماج میں اس کے بہترین حقوق کا اظہار کیا ہے۔

تصویر کا پہلا رخ:

میراث پانے کی جو ممکنہ صورتیں ہوتی ہیں، یعنی ایک شخص کے انتقال کے بعد اس کے زندہ وارثین کی جو جو صورتیں بنتی ہیں، ان صورتوں کا بڑی حد تک احاطہ کرلینے کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ دس سے زائد صورتوں میں عورت کو مرد سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔

۲۔ دسیوں صورتوں میں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا ہے۔

۳۔ متعدد صورتوں میں عورت کو حصہ ملتا ہے، جبکہ اس کے برابر درجہ کے مرد کو حصہ نہیں ملتا ہے۔

۴۔ صرف چار صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو مرد کے حصہ کا نصف ملتا ہے۔

مجموعی اعتبار سے تیس سے زائد صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہے، یا مرد سے زیادہ ہے یا مرد کو حصہ ملتا ہی نہیں ہے، اس کے مقابلہ میں چار صورتوں کے اندر عورت کا حصہ مرد سے آدھا ہے، گویا میراث میں عورت کے حصہ کا تناسب مرد سے ساڑھے سات گنا زیادہ ہے۔

دوسرا رخ:

اصحاب فروض جن کے حصے قرآن نے مقرر کردیئے ہیں اور جو میراث میں اصلاً حصہ پانے والے ہوتے ہیں ان کے بعد ہی دوسرے وارثین کو حصہ مل سکتا ہے، وہ کل بارہ ہیں، ان میں عورتیں آٹھ ہیں: ماں، بیٹی، پوتی، بیوی، حقیقی بہن (Full Sister)، اخیافی بہن (Uterine Sister)، علاتی بہن (Consanguine Sister) اور دادی یا نانی (Paternal or maternal grandmother)۔ جبکہ مرد صرف چار ہیں: باپ، شوہر، دادا اور اخیافی بھائی (Uterine Brother)۔ گویا یہاں بھی عورتوں کا پلہ بھاری ہے، اور ان کا تناسب مردوں سے دوگنا ہے۔

تیسرا رخ:

میراث کا ایک اصول یہ ہے کہ ایک ہی وارث کا حصہ مختلف حالتوں میں علاحدہ علاحدہ ہوتا رہتا ہے، جس میں دراصل یہ دیکھا جاتا ہے کہ میراث پانے والے موجود وارثین کون کون ہیں؟

ایک وارث کی موجودگی یا عدم موجودگی سے دوسرے وارث کا حصہ متاثر (Affected) ہوتا ہے، بلکہ بعض دور کے وارثین کسی قریبی وارث کی وجہ سے محروم بھی ہوجاتے ہیں۔لیکن چھ وارثین ایسے ہیں جو کبھی بھی کسی بھی وارث کی وجہ سے محروم نہیں ہوتے، ان چھ میں تین عورتیں ہیں: بیوی، ماں اور بیٹی۔ اور تین مرد ہیں: شوہر باپ اور بیٹا۔ اس اصول میں عورت اور مرد کا تناسب بالکل برابر برابر ہے۔

چوتھا رخ:

قرآن کریم میں میراث کے لئے جو حصے (Shares) مقرر کئے گئے ہیں وہ چھ ہیں: ۱۔دوتہائی (2/3)، ۲۔آدھا (1/2)، ۳۔ایک تہائی (1/3)، ۴۔چھٹا حصہ (1/6)، ۵۔ایک چوتھائی (1/4)، اور ۶۔آٹھواں حصہ (1/8)۔

ان چھ حصوں میں سے ہر حصہ کے مستحقین کی تفصیل درج ذیل نقشہ میں دیکھئے:

۲/۳	۱/۲	۱/۳	۱/۶	۱/۴	۱/۸
دوبیٹی یازائد	ایک بیٹی	ماں	ماں	شوہر	بیوی
دوپوتی یازائد	ایک پوتی	اخیافی بہن	دادی/نانی	بیوی	
دوبہنیں یازائد	ایک بہن	اخیافی بھائی	پوتی		
دوعلاتی بہنیں یازائد	ایک علاتی بہن		علاتی بہن		
	شوہر		اخیافی بہن		
			اخیافی بھائی		
			باپ		
			دادا		

(نوٹ: ہر صاحب فرض کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں)

اس نقشہ پر غور کرنے سے درج ذیل نتائج واضح ہوتے ہیں:

۱۔ دوتہائی (Two-third) سب سے بڑا حصہ ہے، اور اس کی مستحق صرف عورتیں ہیں۔ان کی تعداد چار ہے۔

۲۔ نصف (Half) کی مستحق بھی چار عورتیں ہیں، مردوں میں صرف شوہر اس وقت ہے جب کوئی اولاد نہ ہو اور ایسا شاذ و نادر ہے۔

۳۔ ایک تہائی (One-third) کی حقدار دو عورتیں ہیں، اور ایک مرد۔

۴۔ چھٹے حصہ (One-sixth) کا استحقاق آٹھ افراد کو ہے جن میں پانچ عورتیں اور صرف تین مرد۔

۵۔ چوتھائی (One-forth) میں ایک مرد اور ایک عورت ہیں۔

۶۔ آٹھواں حصہ (One-eighth) صرف بیوی کے لئے ہے۔

گویا کل ۲۳ رصورتوں میں سے ۱۷ رصورتوں میں صرف عورتیں میراث پاتی ہیں اور مردوں کو صرف چھ صورتوں میں میراث ملتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب فروض کی اس تفصیل میں عورتوں کا حصہ میراث میں مردوں سے تقریباً تین گنا زیادہ ہے۔

تصویر کے یہ چار رخ ہیں، یہ چاروں رخ بتاتے ہیں کہ اسلامی شریعت نے عورت کو میراث کے حق سے نہ صرف مالا مال کیا ہے، بلکہ اس کو مرد پر کئی پہلوؤں سے ترجیح اور فوقیت دی ہے۔

میراث کی تمام صورتوں کا جائزہ لینے سے صرف چار صورتیں ایسی نکلتی ہیں جن میں مرد کو عورت کا دوگنا حصہ ملتا ہے۔ یہ صورتیں درج ذیل ہیں:

اول: بیٹی کا حصہ بیٹے کے ساتھ:

قرآنی حکم کے مطابق اگر وارثین میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں تو بیٹا کا حصہ بیٹی کا دوگنا ہوگا، نیچے کے سلسلوں میں بھی یہی صورت جاری رہتی ہے، مثلاً ایک پوتا اور ایک پوتی اگر کسی صورت میں وارث بن رہے ہوں تو پوتی کا حصہ پوتے کا نصف ہوگا۔

دوم: ماں کا حصہ باپ کے ساتھ: (بشرطیکہ وارثین میں اولاد نہ ہوں)

میراث پانے والوں میں اگر متوفی شخص کی اولاد نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ماں کا حصہ باپ کے حصہ کا آدھا ہوگا، ماں کو کل میراث کا ایک تہائی ملے گا اور بقیہ دو تہائی باپ کا ہوگا۔

سوم: حقیقی یا علاتی بہن کا حصہ حقیقی یا علاتی بھائی کے ساتھ:

اگر وارثین میں حقیقی بہن اور حقیقی بھائی ہیں تو بہن کا حصہ بھائی کا آدھا ہوگا، اسی طرح علاتی یعنی باپ شریک بھائی بہن ہوں تو بہن کا حصہ بھائی کے حصہ کا آدھا ہوگا۔

چہارم: شوہر اور بیوی کے حصے:

بیوی کے ترکہ میں شوہر کا حصہ اولاد نہ ہو تو آدھا ہوتا ہے اور اولاد ہو تو ایک چوتھائی ہے، اور شوہر کے ترکہ میں بیوی کا حصہ اگر اولاد نہ ہو تو ایک چوتھائی ہے اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ہے۔ اس طرح بیوی کا حصہ شوہر کے حصہ کا آدھا ہو جاتا ہے۔

اس طرح یہ کل چار صورتیں ہوتی ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کا آدھا ہے۔

یہاں یہ وضاحت دلچسپی کا باعث ہوگی کہ میراث کے حصوں کا گہرا تعلق اسلام کے قانون نفقہ (Law of mentenance) کے ساتھ ہے اور زندگی میں اس کے رول اور اس کی ذمہ داریوں کے ساتھ ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی عمر کے افراد جو کارگاہ حیات میں اتر رہے ہیں اور جن کے دوش پر ذمہ داریاں آ رہی ہیں، ان کے حصوں کی مقدار زیادہ ہوتی گئی ہے، اور جو افراد شام زندگی کی جانب ڈھل رہے ہیں اور ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوتے جا رہے ہیں ان کے حصہ کم ہوتے گئے ہیں۔ جیسے باپ اور ماں کے حصے عموماً ۱/۶ ہیں، دادی، نانی اور دادا کے حصے بھی اسی طرح ہیں، کیونکہ ان پر سے مالی ذمہ داریاں کم ہوتی جا رہی ہیں۔ لیکن بیٹی اور بیٹا جو زندگی کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی طرف بڑھ رہے ہیں ان کے حصے پوری میراث کا نصف، دو تہائی اور اس طرح کے بڑے حصے ہیں۔

میراث کے حصوں کا تعلق قانون نفقہ کے ساتھ اس طور پر جڑا ہوا ہے کہ جن افراد کے اخراجات (Mentenence) کی ذمہ داری اٹھانے والے موجود ہیں ان کے حصے کم ہوئے ہیں اور جن صورتوں میں اخراجات کا بار اٹھانے والے گھٹتے گئے ہیں ان میں ان کے حصوں کی مقدار بڑھ گئی ہے۔ یہی بات ان چار صورتوں میں پائی جاتی ہے جن میں عورت کا حصہ مرد سے کم ہے، آیئے، ہم اس بات کو مثالوں سے سمجھیں، ان سے جہاں یہ واضح ہوگا کہ میراث کے حصوں کا قانون نفقہ کے ساتھ تعلق ہے، وہیں یہ بھی ظاہر ہوگا کہ جن چار صورتوں میں عورت کا حصہ کم ہے ان میں ان کی ذمہ داری اٹھانے والے موجود ہیں۔

۱۔ بیٹی کا حصہ بیٹے کے مقابلہ میں آدھا ہے۔ لیکن اگر ایک شخص کا

انتقال ہوا اور اس نے صرف بیٹی چھوڑی، کوئی اور اس کا وارث مثلاً بیٹا یا بھائی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بیٹی کی کفالت کرنے والا نہ اس کا بھائی موجود ہے اور نہ چچا، اس لئے اس صورت میں لڑکی کو پوری میراث ملتی ہے، لیکن اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی ہو تو اس وقت چونکہ لڑکی کی کفالت اس کے بھائی پر ہے، اس لئے بھائی کے مقابلہ لڑکی کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ کو یوں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ مرنے والے شخص نے ایک بیٹی اور باپ چھوڑا تو دونوں نصف نصف میراث پائیں گے، لیکن اگر باپ کی جگہ ماں کو چھوڑا ہو تو ماں کو میراث کا ایک حصہ اور بیٹی کو تین حصے ملیں گے، یہ فرق اس لئے کہ دادا پر بیٹی کی ذمہ داری ہے، اس لئے بیٹی کا حصہ اس وقت نصف ہے لیکن دادی پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے تو یہاں بیٹی کا حصہ بڑھ گیا۔

۲۔ ماں کا حصہ بیشتر حالات میں باپ کے برابر ہے، کچھ حالتوں میں ماں کا حصہ باپ کے حصہ کا آدھا ہے جیسے وارثین میں ماں باپ اور کوئی بیٹا ہو تو ماں اور باپ دونوں فی کس میراث کا چھٹا حصہ پائیں گے، لیکن صرف ماں اور باپ ہوں کوئی اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی ملیں گے یہاں ماں اور باپ کے حصہ میں فرق اس لئے ہے کہ ماں کا نفقہ باپ پر ہے جو اس کا شوہر ہے۔ ایک دوسری مثال یوں ہے کہ اگر وارثین میں ماں اور ایک بھائی ہوں تو ماں کو ایک تہائی میراث ملے گی اور بقیہ دو تہائی بھائی کے ہوں گے لیکن اگر ماں اور دو بھائی وارث بن رہے ہوں تو ماں کا حصہ گھٹ کر ۱/۶ رہ جائے گا، بقیہ دونوں بھائیوں کو ملیں گے۔ اس مثال میں جب ماں کی ذمہ داری ایک بیٹے پر تھی تو اس کا حصہ زیادہ تھا اور جب اس کی ذمہ داری اٹھانے والے دو بیٹے پائے گئے تو ماں کا حصہ گھٹ گیا۔

۳۔ بہن اگر تنہا وارث ہو تو وہ پوری میراث پائے گی۔ اگر بھائی اور بہن دونوں موجود ہوں تو بہن کا حصہ بھائی کے حصہ کا آدھا ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں بہن کی ذمہ داری بھائی پر ہے، یا اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہے۔ اور اگر ایک خاتون نے وارثین میں اپنا شوہر اور ایک بہن چھوڑا تو چونکہ بہن کا نفقہ اس شوہر پر جو اس کے لئے بہنوئی ہے، نہیں ہے، لہذا یہاں بہن کا حصہ بڑھ گیا، شوہر کو نصف اور بہن کو نصف میراث مل رہی ہے۔ اس طرح نفقہ سے جڑ کر بہن کے حصہ کی بڑھتی شرح کو درج ذیل نقشہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۔ بہن کو کوئی حصہ نہیں کیونکہ باپ پر پوری ذمہ داری ہے
۲۔ بہن کو ایک تہائی اور بھائی کو دو تہائی
۳۔ بہن کو نصف اور شوہر کو نصف
۴۔ بہن کو مکمل

۴۔ بیوی کو شوہر کی میراث سے ملنے والا حصہ دو نوعیت کا ہے، شوہر کی اولاد ہو تو آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہو تو ایک چوتھائی، لیکن بیوی کی میراث میں شوہر کا حصہ اولاد ہونے کی صورت میں چوتھائی اور اولاد نہ ہو تو نصف میراث ہے۔ یہاں بظاہر شوہر کو ملنے والا حصہ بیوی کے حصے سے زیادہ ہے۔ لیکن اس میں دیکھنے کی دو چیزیں ہیں: پہلی یہ کہ بیوی اگر دوسری شادی کرتی ہے تو اسے مہر ملے گا، جبکہ شوہر اگر دوسری شادی کرتا ہے تو اسے مہر کے نام پر رقم دینی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ مرد عموماً کاروبار اور ملازمت وغیرہ کی وجہ سے دولت و سرمایہ رکھتے ہیں، اور وفات کے وقت ان کا ترکہ بڑی مقدار میں ہوتا ہے، جبکہ عام طور پر عورتوں کے پاس اتنا بڑا سرمایہ نہیں ہوتا ہے، اور اس لئے ان کا چھوڑا ہوا ترکہ معمولی مقدار میں ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اگرچہ شوہر کو بیوی کے ترکہ کا نصف ملتا ہے اور بیوی کو شوہر کے ترکہ میں چوتھائی ملتی ہے لیکن مقدار سامنے رکھی جائے تو عمومی حالات میں بیوی کے حصہ کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے، مثال کے طور پر بیوی نے ترکہ بیس ہزار روپے چھوڑے تو شوہر کو اس کا نصف دس ہزار روپئے ملے، لیکن شوہر نے ترکہ میں ایک لاکھ روپئے چھوڑے تو بیوی کو ایک چوتھائی میراث میں پچیس ہزار روپئے ملیں گے۔

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں یہ بات پوری طرح طے ہو جاتی ہے کہ اسلام نے عورت کے ساتھ انتہائی اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا ہے اور میراث کے قانون میں مجموعی اعتبار سے عورت کا مقام و مرتبہ کافی بلند کیا گیا ہے، اسلام نے میراث کے حصوں اور نفقہ کی ذمہ داریوں کے درمیان حیرت انگیز باریک توازن (Balance) قائم کیا ہے، اسی لئے جب جب عورت کی کفالت مضبوط و یقینی ہوتی گئی ہے مرد کے مقابلہ میں اس کا حصہ کم ہوتا گیا ہے کیونکہ نفقہ میں اس کا حصہ بڑھتا گیا ہے، اور جن مواقع پر عورت کی کفالت کمزور ہوتی گئی ہے، ان میں حسب موقع عورت کا حصہ مرد کے برابر کیا گیا ہے، مرد سے زیادہ کیا گیا ہے بلکہ مرد کو محروم بنا کر عورت کو حصہ دیا گیا ہے۔

تعدد ازدواج شریعت اسلامی کی روشنی میں

مولانا نورالحق رحمانی (المعہد العالی، پٹنہ)

نکاح تحفظ اخلاق، افزائش نسل اور قلب ونظر کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، یہ انسان کی اور انسانی سماج کی ایک فطری اور بنیادی ضرورت ہے۔اسی لئے اس کا رواج شروع سے ہر مذہب وملت اور ہر ملک ومعاشرہ میں رہا ہے، اسلام نے نکاح کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس پر ابھارا ہے اور بعض حالات میں اسے فرض اور لازم قرار دیا ہے، بلکہ بعض مخصوص حالات میں صیانت اخلاق اور ملک ومعاشرہ کی ناگزیر ضرورت کی خاطر کچھ شرائط کے ساتھ مردوں کو ایک سے زیادہ چار تک نکاح کی اجازت دی ہے، یہ اجازت نہ صرف اسلام میں بلکہ دیگر مختلف ادیان و مذاہب میں بھی موجود رہی ہے اور عملی طور پر ہر سماج میں اس کا رواج رہا ہے۔

اسلام نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی، یہ صرف قانونی اجازت ہے، کوئی فریضہ نہیں ہے جو مسلمانوں پر عائد کیا گیا ہو، نہ یہ اسلام کا عام دستور ہے۔اسی لئے اسلامی ملکوں اور مسلم معاشروں میں بھی عموماً یک زوجگی ہی کا چلن ہے۔تعدد ازدواج کے واقعات شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے سروے اور اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں میں تعدد ازدواج کا رواج ایک فی صد سے بھی کم ہے (۹ فی ہزار)

بہر حال کچھ حدود و قیود کے ساتھ اسلام نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے۔اس کی ضرورت واہمیت اور حکمت ومصلحت کو سمجھنا ماضی کے مقابلے میں اس وقت زیادہ آسان ہے۔

اسلام ایک الٰہی اور آفاقی دین ہے، وہ ابدیت کی شان رکھتا ہے، وہ متحرک اور رواں دواں زندگی کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور اس کی جملہ مشکلات ومسائل کا حل پیش کرتا ہے۔اس کے ازدواجی قانون میں اس دور کے اس سنگین مسئلے اور سماجی پیچیدگی ودشواری کا حل بھی موجود ہے جس سے اس وقت پوری دنیا دوچار ہے۔اور اسے اس کے مفاخر ومحاسن میں شمار کیا جانا چاہئے کہ اس نے اس دور کی مشکلات کا حل چودہ سو سال قبل پیش کیا جس کے سامنے آج اہل مغرب اور مسیحیت عاجز اور بے دست و پا ہے اور کوئی مناسب حل پیش کرنے سے قاصر ہے نہ یہ کہ اسلام کی اس اجازت کو اس کے عیوب ونقائص میں شمار کیا جائے اور اس کی وجہ سے اسے مورد الزام ٹھہرایا جائے۔

مختلف ادیان ومذاہب میں تعدد ازدواج کی اجازت

حقیقت یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت تنہا اسلام نے نہیں دی ہے بلکہ یہ اجازت دیگر اقوام و مذاہب میں بھی موجود ہے اور مقدس مذہبی شخصیتوں کا ہر دور میں اس پر عمل رہا ہے، انبیاء علیہم السلام جو پوری انسانیت کا جوہر اور خلاصہ اور اخلاق وروحانیت کے سب سے بڑے علم بردار ہیں جن کی پاکیزہ زندگی پوری انسانیت کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے وہ بھی بڑی تعداد میں اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام جنہیں نہ صرف مسلمان بلکہ یہود ونصاری بھی اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں ان کی دو بیویاں تھیں حضرت سارہ اور ہاجرہ علیہما السلام اور ان دونوں بیویوں سے نسل چلی اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی متعدد بیویاں تھیں اور انبیائے بنی اسرائیل میں سے بعض حضرات کے یہاں بیویوں کی تعداد سو اور اس سے متجاوز ہے۔مثلاً خود ان کی مذہبی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو آزاد بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں جن کی مجموعی تعداد ہزار کو پہنچتی ہے۔ہندو مذہب کی محترم شخصیت راجہ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں، اسی طرح رام جی اور کرشن جی کے یہاں بھی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔

یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے ممالک جن کا مذہب مسیحیت اور عیسائیت ہے اور جنہوں نے قانونی طور پر بالکلیہ اس پر بندش لگادی ہے ان کی مذہبی کتابوں تورات وانجیل میں اس کی ممانعت کسی آسمانی نص سے نہیں ہے۔ سترہویں صدی عیسوی کے وسط تک کلیسا اور ریاست نے اسے جائز تسلیم کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے اور تین صدی قبل تک قانونی حیثیت سے اس پر عمل بھی ہوتا رہا۔

اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت

قرآن کریم کی چوتھی سورت سورہ نساء ہے جس کی تیسری آیت میں ایک سے زیادہ چار تک عورتوں سے نکاح کرنے کی صریح اجازت دی گئی ہے۔ارشاد باری ہے:

''تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے تو نکاح کر ہی سکتے ہو اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو''۔(النساء:۳)

احد کی لڑائی سن تین ہجری میں ہوئی جس میں ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوگئے تھے، یہ ایک عظیم حادثہ تھا جو مسلمانوں کے ساتھ پیش آیا، سورۂ نساء اسی غزوہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لئے اس میں اسی جنگ سے پیدا ہونے والی صورت حال سے متعلق اہم ہدایات اور احکام ہیں، مثلاً ترکہ کی تقسیم سے متعلق احکام، یتیم بچوں کے مال کی حفاظت اور اس کے بے جا استعمال سے باز رہنے کی تاکید، یتیم بچیوں کی شادی کے سلسلے میں ہدایات اور ان سے شادی کرنے کی صورت میں ان کے واجبی مہر ادا کرنے کی تاکید وغیرہ، جنگ احد میں ستر صحابہ کی شہادت کے نتیجے میں مدینہ منورہ کی ستر خواتین بیوہ ہوگئیں اور ستر گھر مردوں سے خالی ہوگئے تھے،اسی پس منظر میں یہ اشارہ کیا گیا اور گویا یہ ہدایت دی گئی کہ اسلام کے جن جانباز مجاہدین نے دین کی خاطر قربانیاں دی ہیں اور جام شہادت نوش فرمایا ہے ان کے پس ماندگان اور اہل وعیال کو فراموش نہ کیا جائے، بلکہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے کہ بیواؤں کو اپنے شوہر اور یتیموں کو اپنے باپ کی غیر موجودگی کا احساس نہ ہو اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ معاشرہ کے خوشحال افراد ان کی بیواؤں سے نکاح کر کے ان کو اور ان کے یتیم بچوں کو اپنی کفالت میں لے لیں، چنانچہ اس کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ اور ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح فرمایا جن کے شوہر حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی) اس غزوہ میں شہید ہوگئے تھے،اسی طرح دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی بیواؤں سے نکاح فرمایا، یہ اس سماجی مشکل کا بہترین حل تھا جو اس جنگ میں ستر صحابہ کی شہادت سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوگئی تھی، آیت کریمہ کا نزول اگر چہ ہنگامی حالت کے تحت ہوا تھا اور بظاہر یہ اجازت ایک سماجی دشواری کو حل کرنے کے لئے دی گئی تھی، لیکن قرآن کریم ایک ابدی کتاب ہے، وہ ہنگامی حالات میں ابدی حقائق بیان کرتا ہے، اس لئے شریعت کا اصول ہے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوگا نہ کہ خصوص سبب کا، اس لحاظ سے تعدد ازدواج سے متعلق قرآن کا یہ حکم بھی عام ہے اللہ تعالی کی ذات علیم وخبیر ہے، اسے اس کا علم تھا کہ انسانی معاشرہ کو مستقل طور پر اس اجازت کی ضرورت ہے، اس لئے کہ جنگی حالات ہمیشہ پیش آتے ہیں اور اس دور میں حادثاتی اموات کثرت سے واقع ہوتی ہیں جن کا شکار زیادہ تر مرد ہی ہوتے ہیں، جس کی بنیاد پر عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جاتی ہے، اس لئے عورتوں کی زائد تعداد کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے تعدد ازدواج ایک ناگزیر سماجی ضرورت بن جاتی ہے۔

ایک سے زیادہ شادی کے لئے شرعی پابندیاں

سورہ نساء کی اس آیت میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی گئی ہے، یعنی یہ اجازت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی دو یا تمام بیویوں کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ سلوک کرسکتے ہوں اور جن لوگوں کو یہ اندیشہ ہو کہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف نہ ہوسکے گا اور حقوق کی ادائیگی میں جانب داری اور حق تلفی ہوگی تو انہیں یہ ہدایت دی گئی کہ وہ ایک ہی بیوی پر قناعت کریں، اور جو شخص دو شادیاں کر کے کسی بیوی کے ساتھ ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوا ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں ظالم اور مجرم ہے اور اس کا یہ فعل حرام ہے، حدیث میں ایسے شخص کے

بارے میں یہ وعید ہے کہ قیامت کے دن جب وہ اللہ کی عدالت میں حاضر ہوگا تو اس کا ایک پہلو جھکا ہوا اور فالج زدہ ہوگا۔(دیکھئے مشکوٰۃ، باب القسم)

احادیث کی روشنی میں فقہاء ومفسرین نے ان چیزوں کی تحدید فرمائی ہے جن میں انصاف برتنا اور برابری کا سلوک کرنا شوہر پر لازم ہے اور وہ ہے نان ونفقہ، لباس و پوشاک، رہائش اور شب گذاری میں سب کے ساتھ یکساں برتاؤ(دیکھئے بدائع الصنائع، درمختار، فتاوی ہندیہ وغیرہ)

عدل کی اس شرط میں وہ قلبی محبت وتعلق اور جذباتی لگاؤ یا وابستگی شامل نہیں ہے جو شوہر کو اپنی کسی بیوی سے ہوا کرتی ہے، کیونکہ دل پر کسی کا اختیار نہیں ہے اور جو چیز انسان کی استطاعت سے باہر ہو شریعت کسی کو اس کا مکلّف نہیں بناتی، والدین کو بھی اپنی تمام اولاد سے یکساں محبت نہیں ہوتی لیکن شریعت کا حکم ہے کہ داد و دہش میں اولاد کے درمیان عدل ومساوات ہونا چاہئے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی لیکن حقوق کی ادائیگی میں سب کے ساتھ یکساں سلوک فرماتے،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان (شب گذاری کے لئے) باری مقرر فرماتے تھے اور (ازدواجی حقوق) انصاف برتتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ جتنا میرے بس میں تھا میں نے برابری کا معاملہ کیا لیکن جو بات میری طاقت سے باہر ہے (یعنی قلبی میلان) اس پر مجھے ملامت نہ فرما (اور مواخذہ نہ فرما)''۔(مشکوۃ، کتاب النکاح، باب القسم ۲/۲۷۹)

اور اس سلسلے میں دوسری اہم شرط یہ ہے کہ مرد کی معاشی حالت ایسی ہو کہ پہلے سے جو اہل وعیال اور متعلقین اس کی کفالت میں ہیں ان کے ساتھ دوسری بیوی کا مہر، نفقہ، اور اس رشتے کی بنیاد پر عائد ہونے والی دوسری ذمہ داریوں کو ادا کر سکے، نکاح کے باب میں مال کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اس قدرت اور استطاعت کے بغیر پہلے نکاح کے لئے بھی قدم اٹھانا درست نہیں، سورہ نور میں ارشاد فرمایا گیا:

''اور جن لوگوں کو نکاح کا مقدور نہیں انہیں چاہئے کہ ضبط سے کام لیں، یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔''(النور)

اسی طرح بخاری شریف کی وہ مشہور حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دی ہے اس میں استطاعت کی شرط مذکور ہے اور جنہیں اس کی استطاعت نہ ہو انہیں روزہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے:و **من لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء** (بخاری ۲/۷۵۸)

اسی طرح جسمانی توانائی اور صحت وتندرستی کے لحاظ سے بھی وہ اس قابل ہو کہ اس سے اس کی تمام بیویوں کی جنسی تسکین ہو سکے، استطاعت کے ذیل میں یہ بھی داخل ہے۔

تعدد ازدواج حدیث میں

احادیث سے مرد کے نکاح میں چند بیویوں کا ہونا تو تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے حضرات نے متعدد شادیاں کیں، لیکن انہوں نے عدل کو ملحوظ رکھا۔حضرت غیلان ثقفی، حضرت حارث بن قیس اور حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہم کے اسلام قبول کرتے وقت پہلے کے نکاح میں دس، دوسرے کے نکاح میں آٹھ اور تیسرے کے نکاح میں پانچ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار کو روکنے اور باقی کو چھوڑنے کی ہدایت فرمائی، اسی طرح درج ذیل حدیث میں جس میں دو بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرنے کی صورت میں وعید وارد ہوئی ہے وہ بھی تعدد ازدواج کے جواز کی دلیل ہے، ارشاد نبویؐ ہے:

''اگر آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ایک پہلو جھکا ہوا (یعنی مفلوج) ہوگا''۔(مشکوۃ، کتاب النکاح، باب القسم)

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک بیوہ خاتون ام ابان کو حضرت عمرؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے پیغام نکاح پیش کیا، انہوں نے حضرت طلحہؓ کے پیغام کو قبول کر کے باقی کو مسترد کر دیا، ان چاروں کے نکاح میں پہلے سے بیویاں موجود تھیں۔

تعدد ازدواج کی حکمت ومصلحت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت کیوں دی ہے، اور اس کے کیا فوائد اور مصالح ہیں، کیا عورت کی طرح مرد کی جنسی ضرورت ایک عورت سے پوری نہیں ہوسکتی ہے؟ علماء نے اس بحث کے ذیل میں اس کی بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے کچھ وقتی اور عارضی نوعیت کی ہیں اور کچھ مستقل اور دائمی، کبھی یہ انسان کی شخصی ضرورت ہوتی ہے کبھی سماجی اور ملکی، یعنی کبھی مرد کے حالات اسکے متقاضی ہوتے ہیں اور کبھی خود عورتوں کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے۔

مرد کی شخصی ضرورت

مرد وعورت کے درمیان مختلف حیثیتوں سے فرق ہے، مردوں کی جسمانی ساخت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ انہیں جنسی آسودگی کی ضرورت عورتوں سے زیادہ پیش آتی ہے۔ جسمانی توانائی اور صحت وتندرستی کے لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہوتی ہے، عورتوں کے ساتھ حیض، نفاس، حمل، ولادت، زچگی اور رضاعت جیسے اعذار لگے ہوئے ہیں جن میں انہیں صحت سے زیادہ مرض سے قریب کہا جاسکتا ہے، مرد ان تمام زمانہ میں عوارض سے پاک ہے، ان حالات میں عورت کو نہ جنسی رغبت ہوتی ہے نہ وہ مرد کے جنسی تقاضوں کا ساتھ دے سکتی ہے، انسان کی طبیعتیں اور صلاحیتیں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں، اسی طرح جنسی خواہش بھی سب میں ایک درجے کی نہیں ہوتی، اب اگر کسی فرد کی صنفی خواہش معمول سے زیادہ ہو اور اس کی بیوی مذکورہ اعذار میں سے کسی عذر میں مبتلا ہو جس میں وہ مرد کی جنسی تسکین کے قابل نہ ہو اور ان ایام میں مرد کو جنسی ملاپ کی شدید رغبت ہو تو وہ کیا کرے؟ ماہ واری کی نوبت ہر ماہ پیش آتی ہے اور تین دنوں سے لے کر دس دنوں تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے حیض ونفاس کی حالت میں شرعی لحاظ سے تو صحبت ممنوع ہے ہی، طبی نقطۂ نظر سے بھی یہ زوجین کی صحت کے لئے مضر ہے اور ہر سلیم الطبع انسان اس سے کراہت محسوس کرے گا، حمل کی حالت میں جماع بچہ اور زچہ دونوں کے لئے نقصان دہ ہے، خصوصا حمل کے آخری ایام میں صحبت سے پرہیز کرنا ضروری ہے، ولادت کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک عورت صحبت کے قابل نہیں رہتی،

ان حالات میں ایک ایسا انسان جس کے اندر حیوانیت اور شہوت کا مادہ زیادہ ہو اور وہ اپنے صنفی جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اسے دوسری شادی کی قانونی اجازت ملنی چاہئے تاکہ وہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر شریفانہ طریقہ پر اپنی جنسی پیاس بجھائے، ورنہ وہ چوری چھپے آشنائی کرے گا اور پورے معاشرہ کے لئے ناسور بن جائے گا۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زنانہ عوارض، حیض، نفاس، حمل، ولادت، رضاعت وغیرہ عورت کے نظام جسمانی پر برا اثر ڈالتے ہیں جس سے اس کے جنسی جذبات کمزور پڑ جاتے ہیں اور وہ سن ایاس کو پہنچ جاتی ہے ان سب کی وجہ سے قبل از وقت بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھ دیتی ہے، عام طور پر وہ ۴۵/۵۰ سال کے بعد ولادت کے قابل نہیں رہتی جبکہ مرد دیر تک جوان رہتا ہے اور تقریبا اسی سال کی عمر تک اس کی تولیدی صلاحیت برقرار رہتی ہے، اس بنا پر اسے دوسری شادی کی ضرورت پڑسکتی ہے۔

اسی طرح بیوی کے دائم المرض اور بانجھ ہونے کی صورت میں بھی دوسری شادی مرد کی ایک شخصی ضرورت بن جاتی ہے، کیونکہ نکاح کا سب سے بڑا مقصد عفت وعصمت کی حفاظت اور اولاد کا حصول ہے اور مذکورہ بالا صورتوں میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، اس لئے یہ حالات بھی مرد کے لئے تعدد ازدواج کی ضرورت پیدا کرتے ہیں۔

تعدد ازدواج کی افادیت عورت کے لئے

بلکہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں (یعنی بیوی کے دائم المرض اور بانجھ ہونے کی صورت میں) دوسری شادی مردوں سے زیادہ عورتوں کے حق میں مفید ہے، جنسی تسکین اور تحفظ اخلاق سب سے اہم وبنیادی ضرورت ہے جس کے لئے نکاح مشروع کیا گیا ہے، نکاح کے بعد اگر بیوی دائم المرض اور صاحب فراش ہوجائے تو ظاہر ہے کہ اس سے جنسی تعلق قائم نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح بعض نسوانی امراض جس میں طبی اخلاقیات ازدواجی تعلق قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتے، تو اب

سوال یہ ہے کہ ان حالات میں مرد کی جنسی ضرورت کی تسکین اور اخلاق کا تحفظ کیسے ہو؟ اگر تعدد کو ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دیا جائے جیسا کہ مغربی ممالک میں ہے تو مرد کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنی بیمار بیوی کو طلاق دے تاکہ وہ دوسرا نکاح کر کے اپنی فطری ضرورت کی تکمیل کرے، ظاہر ہے کہ یہ صورت خود عورت کے لئے نقصان دہ ہے، وہ ایسے وقت میں شوہر کے سہارے اور رفاقت واعانت سے محروم ہو جاتی ہے جبکہ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے اس کی زیادہ مستحق ہے۔ اور یہ چیز انسانی ہمدردی کے بھی خلاف ہے کہ ایسے نازک وقت میں اسے طلاق دے کر رخصت کر دیا جائے۔

اسی طرح اولاد کا حصول نکاح کا دوسرا بڑا مقصد ہے اور بیوی کے بانجھ ہونے کی صورت میں شوہر اولاد سے محروم رہتا ہے۔ اگر تعدد ازدواج کی اجازت قانوناً نہ ہو تو اسے اس بانجھ بیوی کو طلاق دینا پڑے گی تاکہ وہ دوسرا نکاح کر کے اولاد کی نعمت سے بہرہ ور ہو۔ اسلام ازدواجی رشتہ کو تقدس اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور آخر دم تک اسے برقرار رکھنا چاہتا ہے، کسی معقول عذر کے بغیر اس رشتہ کا انقطاع اسے گوارہ نہیں، اسی بنا پر شریعت میں طلاق کو جائز امور میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے وہ مقدس رشتہ ٹوٹتا ہے جسے قائم رکھنا اس معاہدہ کی رو سے زوجین کی دینی واخلاقی ذمہ داری تھی جو انہوں نے نکاح کے وقت اللہ کا نام لے کر اور سماج کے افراد کو گواہ بنا کر کیا تھا، عورت کے بانجھ پن اور بیماری میں خود اس کا کوئی دخل نہیں ہے کہ اسے طلاق کی سزا دی جائے اور شوہر کی ہمدردانہ رفاقت، معاشی کفالت اور امداد واعانت سے محروم کر دیا جائے۔

ہر سماج میں بیوہ، مطلقہ، غریب، یتیم، بدصورت، بے سہارا اور نادار عورتوں کی ایک تعداد ہوتی ہے جن کی معاشی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اگر ان کی شادی کا کوئی نظم نہ ہو تو ان کے صنفی تقاضے کیسے پورے ہوں گے؟ پھر تو اس کا شدید خطرہ ہے کہ وہ بے راہ روی کا شکار ہو جائیں، مردوں کی ہوسنا کی کا نشانہ بنیں اور سماج میں فحش کاری اور بے حیائی کی وبا پھوٹ پڑے، ایسی عورتوں کے لئے غیر شادی شدہ مردوں کا ملنا دشوار ہوتا ہے، کیونکہ پہلی شادی کرنے والوں کی نظر میں حسن و جمال اور دولت وثروت ہوتی ہے لیکن دوسری شادی کے وقت عموماً سماجی مصالح اور گھریلو ضروریات پیش نظر ہوتی ہیں اب جو شادی شدہ مرد از راہ ہمدردی یا اپنی نجی ضرورت کی خاطر اس سماجی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں وہ بڑے محسن ہیں اور سماج کی طرف سے ہمت افزائی اور انعام واکرام کے مستحق ہیں کہ محض خیر خواہی اور سماجی خدمت کے جذبہ سے نئی ازدواجی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے سر اٹھا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تعدد کی یہ صورت بھی عورتوں ہی کے مفاد کے لئے ہے کہ اس طرح انہیں شوہر، گھر بار اور دیگر ازدواجی حقوق ملیں گے اور سماج میں عزت کا مقام حاصل ہوگا۔

اسی طرح عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہونے کی صورت میں جو اس وقت ہماری دنیا کی عمومی حالت ہے خود عورتوں کی ضرورت اس کی متقاضی ہے کہ مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے، ورنہ عورتوں کی وہ تعداد جو مردوں سے زیادہ ہے ان کی شادی کا مسئلہ کیسے حل ہوگا اور ان کے فطری تقاضے کیوں کر پورے ہوں گے؟ ہر حکومت کی ذمہ داری ہیکہ وہ اپنے حدود میں بسنے والے تمام انسانوں کی بنیادی ضرورتیں پوری کرے جس طرح روٹی کپڑا اور مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے اسی طرح شادی اور جنسی خواہش کی تسکین بھی بنیادی ضرورت میں داخل ہے۔ اگر تعدد ازدواج کی اجازت نہ ہو تو وہ عورتیں گھر والی اور شوہر والی نہیں بن سکیں گی اور سماج میں انہیں عزت کا مقام نہیں مل سکے گا، بلکہ وہ داشتہ بن کر رہیں گی اور ان کا جنسی استحصال ہوگا اور ان تمام حقوق سے زندگی بھر محروم رہیں گی جو نکاح کی صورت میں از روئے قانون انہیں حاصل ہوتے ہیں اور ناجائز صنفی تعلق کے نتیجہ میں جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی اور تمام پدری حقوق سے محروم رہے گی، ان تمام صورتوں میں تعدد ازدواج کا قانون مردوں سے زیادہ عورتوں کے حق میں مفید ہے اور اس میں ان کے مستقبل ومفاد کا تحفظ ہے۔

۞۞۞

نظام قضاء کی اہمیت وضرورت

مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی (مفتی امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ)

اسلام ایک مکمل نظام حیات اور ضابطہ زندگی ہے، جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہے۔ روزمرہ پیش آنے والے واقعات وحوادث سے متعلق رہنمائی فراہم کرنا نظام اسلامی کا طرۂ امتیاز ہے، اس کا قانون برحق اور ابدی ہے، ایک انسان جب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر اپنے پختہ یقین کا اظہار کرتا ہے، ساتھ ہی یہ عہد و پیمان بھی کرتا ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی رضاء الٰہی کے مطابق بسر کرے گا، اور اپنی انفرادی واجتماعی زندگی صرف اور صرف اللہ ہی کے احکام کے مطابق گزارے گا، اور لوگوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرے گا۔

انصاف قائم کرنا، حقوق کی حفاظت اور اسلامی شریعت کے احکام کی تنفیذ امت مسلمہ کا اہم ترین فریضہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے قانون کو اپنی زندگی میں نافذ کرکے ہی ہم قیام عدل کے فریضہ کو انجام دے سکتے ہیں اور مسلمانوں کی زندگی کو اسلامی اساس پر منظم کر سکتے ہیں۔

عدل وانصاف کے معاملہ میں اپنے نفس، والدین اور عزیزوں کی بھی پرواہ نہ کیجئے اگر انصاف ان کے خلاف فیصلہ کرنے میں ہو تو ان کے خلاف فیصلہ کیجئے اور معاملہ خواہ دوستوں کا ہو یا دشمنوں کا عدل وانصاف کا دامن ہرگز نہ چھوڑ یئے اور نہ کسی تعلق کی رعایت سے اس میں ضعف پیدا کیجئے انصاف کی تعلیم ہمیں اسلام دیتا ہے قرآن ہمیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ سچی شہادت اور حق بات کے بیان کرنے سے پہلو تہی نہ اختیار کی جائے، تاکہ فیصلہ کرنے والوں کو حق اور صحیح فیصلہ کرنے میں دقت نہ پیش ہو۔ چنانچہ ارشاد ربار ی تعالیٰ ہے:

''ولا یجرمنکم شناٰن قوم علی ألا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی'' (مائدہ : ۸)

(ترجمہ) ''اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑ و عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقوی سے''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امام عادل کے بارے میں یہ بشارت سنائی کہ قیامت کے دن جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا، انصاف ور بادشاہ اللہ رب العزت کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔

اللہ کی شریعت کو انسانوں پر نافذ کرنا، انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا اور مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو خدا کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق حل کرنا شریعت اسلامی کی اصطلاح میں قضاء ہے اور جو شخص اس عہدہ پر فائز ہو اسے قاضی کہتے ہیں۔

علامہ کاسائیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب بدائع الصنائع میں قضا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں **القضا هو الحکم بین الناس بالحق والحکم بما انزل الله عزوجل (بدائع الصنائع ۲/۴)**

لوگوں کے درمیان حق کے مطابق اور اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کرنا قضا ہے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ نے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کو اللہ پر ایمان کے بعد اہم ترین فریضہ اور اشرف عبادت قرار دیا ہے۔

اعلم أن القضاء بالحق من أقوی الفرائض بعد الایمان بالله وهو أشرف العبادات (المبسوط للسرخسی ۱۶/ ۵۹)

اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرنا انبیاء کرام، اہل اللہ اور علماء کرام کا شعار رہا ہے اس لئے کہ وہ شریعت کے محافظ تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انا انزلنا التوراة فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والأحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ و کانوا علیہ شھداء فلا تخشوا الناس واخشون (مائدہ: ۴۴)

(ترجمہ) ہم نے توریت نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے اس پر حکم کرتے ہیں پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے، یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطہ کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے، سو تم نہ ڈرو اور لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو۔

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے، ان سے زیادہ امانت دار، دیانتدار اور متقی کون انسان ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں انتظامیہ وعدلیہ دونوں کا سربراہ بنا کر تنازعات کے فیصلہ کی ذمہ داری بھی سپرد کی اور یہ ہدایت بھی بڑی قوت کے ساتھ دی کہ اللہ سے ڈرتے رہنا حق کے مطابق فیصلہ کرنا، خواہشات نفسانی کی پیروی مت کرنا اس لئے کہ خدا کا خوف اور آخرت کی فکر وہ اساس ہے کہ جس کی وجہ سے انسان حق وانصاف قائم کرتا ہے اگر یہ نہ ہو تو چاہے قانون جتنا مضبوط اور اچھا ہو نفس انسانی کی دسیسہ کاریاں ہر جگہ خود اپنا راستہ بنالیتی ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی بھی نظام قانون حق وانصاف قائم نہیں کرسکتا ہے اور دنیا کی تاریخ اور حالات زمانہ اس پر شاہد عدل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

"یاداؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھواء فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بمانسوا یوم الحساب (سورہ ص:۲۶)

فخر موجودات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے ذریعہ ہی باہمی تنازعات کا فیصلہ کریں

"اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والے سابق کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان سو تو حکم کر ان کے درمیان موافق اس کے کہ جو اتارا اللہ نے اور اس کے ان کی خواہشات پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا" (مائدہ:۴۸)

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے جہاں حق کے ساتھ فیصلہ کرنے پر بہت زیادہ زور دیا وہیں دوسری طرف حق کے خلاف فیصلہ کرنے والے کے بارے میں بہت سخت وعید بیان کی، کہیں ایسے شخص کو کافر تو کہیں ظالم اور کہیں فاسق قرار دیا۔(مائدہ-۴۴،۴۵،۴۷)

ایمان والوں کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور جو تم میں کا امیر وحاکم ہو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اور آپس میں جھگڑے ہوں تو ان کا حل اللہ کے اتارے ہوئے قانون اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی طرف رجوع کر کے تلاش کرو، اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو بلا چوں وچرا دل کی گہرائیوں سے قبول کرو، اور اگر ایک طرف ایمان کا دعوی اور دوسری طرف احکام خداوندی سے روگردانی، شریعت کے احکام سے گریز ہو، اللہ کا فیصلہ چھوڑ کر دوسروں کا فیصلہ طلب کیا جاتا ہو تو سمجھ لیجئے کہ یہ اللہ سے تعلق کمزور ہونے اور ضعف ایمان کی علامت ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اس کو بڑے ہی بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے۔

"کیا تو نے دیکھا جو دعوی کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف اور جو اترا تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف حالانکہ حکم ہو چکا ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے" (نساء:٦٠)

لہذا ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے نزاعی مسائل کتاب وسنت کے ذریعہ حل کرائے اور طاغوتی نظام کے دروازہ کو ہرگز نہ کھٹکھٹائے۔ یہی انجام کے اعتبار سے بہتر ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"یاایھاالذین امنوا أطیعوا اللہ واطیعوا الرسول وأولی

الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیرو أحسن تاویلا" (نساء :۵۹)

مومن کے لئے اس کے علاوہ چارہ نہیں ہے کہ وہ اپنے اختلافی ونزاعی معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم تسلیم کریں اوران کے فیصلہ کو بسروچشم قبول ومنظور کرلیں،حکم رسول کے خلاف دل میں کوئی تنگی اور خلش بھی محسوس نہ کریں،قاضی اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نمائندہ ہوتا ہے ان پرلازم وضروری ہے کہ اللہ اوراس کے رسول کے حکم کوظاہراور نافذ کریں،اور جومسلمان اپنے نزاعی معاملات کوآپ کے پاس نہ لے جائے ایسے شخص کے بارے میں سخت وعید بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

"فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما" (نساء : ۶۵)

(ترجمہ) پھرقسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ ایمان دارنہ ہوں گے جب تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جوان میں اٹھے پھر تیرے فیصلہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اورقبول کریں خوشی سے۔

جب مسلمانوں کواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کی طرف بلایا جائے توان پرلازم ہے کہ سمع وطاعت کے جذبہ کے ساتھ اس پرعمل پیراہوں کیوں کہ کامیابی وفلاح کا یہی واحد راستہ ہے۔

پس یہی وہ تعلیمات ہیں جن پرنظام قضا کی بنیاد ہے،شریعت اسلامیہ پرعمل پیراہونا،ہرمشکل میں اس کی بالادستی قائم رکھنا،اوراس کے قوانین کواپنی انفرادی واجتماعی زندگی میں نافذ کرنا اسلام کے پیروکار کی ذمہ داری ہے،اس اہم فریضہ کی ادائیگی اورنفاذ شریعت کی عملی شکل دارالقضاء ہےاورنظام دارالقضاء کے ذریعہ ہی پوری دنیا میں قیام عدل وانصاف،امن وامان اورحقداروں کے حقوق کی ادائیگی اور تمام مسائل کا حل ممکن ہے، مسلمان ہردور میں شریعت الٰہی کے پابندرہے ہیں خواہ عہد خلافت راشدہ ہو یا بنوامیہ وبنوعباس یا عہد عثمانی یا اسپین کی اسلامی حکومت اوریہی نہیں بلکہ ہندستان کے ہندوراجاؤں کے علاقوں میں جومسلمان آ کرآباد ہوئے ان سبھی جگہوں پرمسلمان اجتماعی طور پراپنے معاملات اپنے منتخب کئے قاضی ہی سے فیصل کراتے تھے،اور ہندوراجاان قاضیوں کے فیصلوں کا پاس ولحاظ کرتے تھے،اندرون ہند محمود غزنوی سے لے کراورنگ زیب عالمگیر تک شرعی نظام قائم رہا،لیکن جب مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہوا تو یہ نظام بھی کمزوروضمحل ہوتا چلا گیا،اور جب ہندستان انگریزوں کے ہاتھوں میں چلا گیااوراسلامی حکومت کا خاتمہ ہواتواس نظام کے بھی تانے بانے بکھر گئے۔ آج اس نظام اسلامی کے قیام کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔اس لئے کہ فقہا کرام نے یہ صراحت کی ہے کہ جہاں اسلامی حکومت نہ ہو۔زمام حکومت غیرمسلموں کے ہاتھوں میں ہووہاں مسلمانوں پرواجب ہے کہ وہ اپنے ہی میں سے کسی ایک شخص کوامیر منتخب کرلیں۔علامہ ابن عابدین شامیؒ نے لکھا ہے کہ وہ ممالک جہاں والی کفارہوں تووہاں مسلمانوں کے لئے جمعہ وعیدین قائم کرنا جائز ہے۔اورمسلمانوں کی باہمی رضا سے مقررکیا گیا ہوا قاضی،قاضی قرار پائیگا۔پس مسلمانوں پرواجب ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی مسلمان والی کوتلاش کریں۔

واما بلاد علیھا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والأعیاد ویصیر القاضی قاضیابتراضی المسلمین فیجب علیھم أن یلتمسوا والیا مسلماً منھم (ردالمختار ۳۰۸/۴)

علامہ ابن تیمیہؒ نے نظام قضا کی اہمیت کوواضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ"ولایت قضا کا قیام تو دینی نقطہ نظر سے اوراللہ تعالیٰ کے تقرب کے پیش نظرواجب ہے کہ یہ کام بہترین ثواب کا موجب اورخدا سے نزدیک کرنے والا ہے"۔دنیا کے تمام مسلمانوں پرخواہ وہ کسی بھی ملک اورخطہ ارض میں رہتے ہوں وہ اپنے نزاعات کے حل اورتصفیہ کے لئے نظام قضا قائم کریں اورقاضی کے فیصلے کو بسروچشم قبول کریں۔

۞۞۞

دعوت فکر وعمل

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق صدر بورڈ)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ساتویں اجلاس عام مؤرخہ ۶/۷/اپریل ۱۹۸۵ء بمقام کلکتہ کے موقع پر سابق صدر بورڈ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے جو تقریر فرمائی تھی افادۂ عام کی غرض سے قارئین کے نذر کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

حضرات! اس وقت ہندوستان میں رہ رہ کر مسلم پرسنل لا یعنی مسلمانوں کے عائلی قانون میں آئین سازی کے ذریعہ مداخلت کا مسئلہ اٹھتا رہتا ہے، اور ملک کے مختلف حصوں سے آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں، غیر مسلموں کی طرف سے بھی (جن سے ہمیں کچھ زیادہ شکایت نہیں) مسلمانوں کے ترقی وتجدد پسند (Progressive) طبقہ کی طرف سے بھی۔

اس کے بہت سے اسباب بیان کئے جاچکے ہیں، اور وہ صحیح ہوں گے، لیکن میں ایک مذہبی انسان ہونے کے ناطے نیز مذہب کے طالب علم اور قرآن وسیرت کا مطالعہ کرنے والے انسان کی حیثیت سے اس کا کچھ اور سبب سمجھتا ہوں، کسی بزرگ کا مقولہ ہے کہ ''جب مجھ سے اپنے مالک، اپنے خدا کے معاملہ میں کوئی کوتاہی ہوتی ہے، میرے رات کے معمولات میں فرق آتا ہے، جس وقت میں اٹھتا ہوں، جتنی رکعتیں پڑھتا ہوں، خدا کو جس طرح یاد کرتا ہوں، اس سے دعا کرتا ہوں، اس کے سامنے روتا دھوتا ہوں، اس میں جب کوئی کمی ہوجاتی ہے تو میں فوراً اس کا نتیجہ دیکھ لیتا ہوں! اس کا نتیجہ کیا دیکھتا ہوں؟ یہ کہ میرے ملازمین میری بات اس خوش دلی کے ساتھ نہیں مانتے جس طرح پہلے مانا کرتے تھے، یہاں تک کہ جب میں سواری پر بیٹھنے لگتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ گھوڑا اس طرح اپنی پیٹھ نہیں جھکاتا اور اس طرح مجھے قبول نہیں کرتا جیسے وہ ہمیشہ قبول کرتا رہا ہے، میں سمجھ جاتا ہوں کہ میں نے اپنے مالک کے حق میں کوتاہی کی، تو یہ جن کو اللہ نے میرے اختیار میں دیا ہے مجھ سے سرتابی کررہے ہیں، مجھے سبق دے رہے ہیں، میرے چٹکی لے رہے ہیں کہ تم نے اپنے آقا کے معاملہ میں کوتاہی کی، تم تو ہمارے آقائے مجازی ہو، ہم تمہارے معاملہ میں کوتاہی نہیں، سرتابی کریں گے'' کتابوں میں ان کے الفاظ بعینہٖ نقل کئے گئے ہیں ''اعرف ذلك في خلق دابتي و خدمي'' (مجھے اپنی اس کوتاہی کی نحوست، اپنے جانوروں اور ملازمین کے طرز عمل میں نظر آجاتی ہے)۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ عظیم مجمع جس تعداد کی نمائندگی کرتا ہے، اس تعداد کو چھوڑ دیجئے، وہ ساڑھے سات کروڑ ہے کہ پندرہ کروڑ، میں صرف اس مجمع کو سامنے رکھتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ اس ملت کے افراد کتنی بڑی تعداد میں بھی ہوں، اور کس ذوق وشوق کے ساتھ اپنے علماء کی باتیں، خادمان دین کی باتیں سننے کے لئے جمع ہوں، کسی کو خیال بھی نہ آتا (جرأت کرنا تو الگ ہے) کہ ان کے پسندیدہ، ان کے برگزیدہ اور ان کے مقدس قانون میں مداخلت کی جائے، کسی واقعہ کے کچھ اسباب ظاہری ہوتے ہیں، جن کو ظاہری آنکھیں دیکھتی ہیں، کچھ اسباب غیبی ہوتے ہیں جن کو قرآن مجید، سنت اللہ، اسوۂ رسولؐ وسیرت النبیؐ کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ جرأت بار بار اس لیے ہورہی ہے کہ ہم سے اللہ کے اس مقرر کئے ہوئے مقدس قانون کی پابندی میں اور اس پر عمل کرنے میں شدید کوتاہی ہورہی ہے، ہم اس قانون کو اپنے گھروں میں توڑ رہے ہیں، اپنے خاندانوں میں توڑ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کہیں ہمیں اس کی یہ سزا نہ دے کہ وہ قانون پھر قانونی طور پر توڑا جائے، یہ خدا کے طریقے ہوتے ہیں، وہ کبھی براہ راست سزا دیتا ہے، کبھی اپنی مخلوقات اور اپنے بندوں کے ذریعہ سزا دلواتا ہے، یہ عناصر اربعہ، یہ بحروبر، یہ خشکی وتری، یہ موسم اور طاقتیں جو اس کائنات میں

کام کررہی ہیں ''وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' یہ سب خدائی لشکر ہیں، پہلے ہم اس قانون کی حرمت اور اس قانون کا احترام اپنے گھروں میں کریں، زوجین اپنے آپس میں کریں، میاں بیوی اپنے تعلقات اور ان حقوق وفرائض میں کریں جو ان پر عائد ہوتے ہیں، ترکہ ومیراث کے قانون میں اس کا احترام کریں، اس کی پابندی کریں، نکاح وطلاق کے مسائل میں اس پر عمل کریں، پھر کسی کی مجال نہیں کہ دنیا میں وہ اس قانون کو چیلنج کر سکے، گردنیں جھک جائیں گی اور ساری دنیا سرافگندہ ہوجائے گی بلکہ اس کو شوق ہوگا کہ وہ آپ کے قانون پر چلے۔

لیکن جب ہم اس قانون کو اپنے گھر میں توڑیں گے تو پھر دوسروں سے توقع نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے قانون کا احترام کریں، آج آپ اپنا جائزہ لیجئے، دیانتدارانہ جائزہ لیجئے، اپنے خود آپ محتسب بنئے، اور اپنے لیے اپنے گھروں میں عدالتیں قائم کیجئے، اپنے مقدمے خود دائر کیجئے، آپ ہی مدعی بنئے، آپ ہی مدعا علیہ بنئے، اور دیکھئے کہ کتنے خدائی قانون ہیں، کتنے قرآن مجید کے منصوصات اور قطعیات ہیں، جن میں دنیائے اسلام کے دو عالموں کے درمیان بھی اختلاف نہیں، ان کو آپ کس طریقہ سے نظر انداز کر رہے ہیں، آپ نے اپنی بہنوں کو ان کے والدین کی میراث (ترکہ) سے ان کا حصہ دیا؟ آپ نے نکاح وطلاق کے حق کو اس طرح استعمال کیا جس طرح اللہ اور اس کا رسول چاہتا ہے؟ کیا مسلمان شوہر نے اپنی بیوی کے اور مسلمان بیوی نے اپنے اپنے شوہر کے حقوق ادا کئے؟ کیا آپ کو مسائل کا علم ہے؟ تفصیلی علم تو بڑی چیز ہے، یہ علماء کا کام ہے، لیکن کیا آپ کو موٹی موٹی باتیں بھی معلوم ہیں، یہ ہمارا طرز عمل اس قانون کے معاملہ میں ہے، اس کی ہماری نظر میں (معاذ اللہ) پرکاہ کے برابر بھی قیمت نہیں، ہم ایک ادنیٰ مفاد کے لیے ادنیٰ درجہ کے فائدہ اور راحت کے لیے اس قانون کو پامال کرتے ہیں، اس قانون کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں تو ہمیں دوسروں سے کیا شکوہ؟

آج میں اس مجمع عظیم کو ایمانی زبان، قرآنی زبان میں خطاب کرتا ہوں، آپ کی عملی زندگی کا محاسبہ کر رہا ہوں، آپ خود دیکھئے کہ آپ اس قانون کا کتنا احترام کرتے ہیں، اس پر خاندانی روایات کو اور رسم ورواج کو کتنی ترجیح دیتے ہیں؟ اس پر اس کا اضافہ کیجئے جو آپ نے اپنے ہم وطنوں سے سیکھا ہے، جہیز کا بڑھا چڑھا مطالبہ ہم میں کہاں سے آیا؟ اس کو کسی نام سے یاد کیا جاتا ہو، یہ چیز کہاں سے آئی؟ مکہ مدینہ حرمین شریفین سے آئی ہے، قرآن مجید کے راستے سے آئی، یہ لعنت کہاں سے آئی؟ جب آپ اس کو قبول کرتے ہیں تو اللہ بطور سزا کے آپ کی غیرت ملی کو آپ کے وجود ملی کو بار بار نشانہ بناتا ہے۔

ایک ایسا آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرمائی ہے، اور جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں انسانوں کے قلوب ہیں، وہ ہمیشہ جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے، اس کو اپنے گناہ کا نتیجہ سمجھتا ہے، قرآن شریف میں صاف صاف ہے:۔

''وَمَآ اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ''(سورۃ الشوریٰ: ۳۰)

تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہے، وہ تمہارے عمل کا نتیجہ ہوتا ہے، (یہ بھی ایسی حالت میں ہے) کہ اللہ تعالیٰ بہت کچھ عفو ودرگزر سے کام لیتا ہے۔

ورنہ قرآن میں یہ بھی ہے:۔

''وَلَوْیُوَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی، فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیْرًا'' (سورہ فاطر:۴۵)

اگر اللہ تعالیٰ پکڑنے لگے انسانوں کو ان کے عملوں پر تو سطح زمین پر کوئی چلنے والی اور رینگنے والی چیز باقی نہ رہے، لیکن وہ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیئے جاتا ہے، سو جب ان کا وقت آجائے گا (تو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا) خدا تو اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

بہت کچھ معاف کردینے کے بعد اور درگزر کرنے کے بعد بھی معصیت کا، قانون شکنی کا اثر ظاہر ہوتا ہے، تو ہم جس بات کی شکایت کرتے ہیں (اور بجا طور پر شکایت کرتے ہیں) میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں، اور یہ بھی ایک ڈنکا ہی ہے، بانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ ہم لوگ (شرعی قانون میں قانون سازی کے ذریعہ مداخلت کی) جو شکایت کرتے ہیں، وہ شکایت بجا ہے، ہم شکایت کرتے رہیں گے، اور شکایت کرنا ہمارا حق ہے، ایک جمہوری ملک میں جہاں قانون چلتا ہو، جہاں ہر شہری کو برابر کا حق دیا گیا ہو، وہاں ہر

شہری کو اور شہریوں کی ہر تنظیم کو اور آبادی کے ہر عنصر کے نمائندوں کو یہ حق ہے کہ پارلیمنٹ (ایوان قانون ساز) میں، اپنے قومی عوامی جلسوں میں، اپنی مجلسوں میں اور اخباروں کے کالموں میں، وہ اس بات کی شکایت کریں کہ ہمارا فلاں حق نہیں مل رہا ہے، ہمارے ساتھ ناانصافی ہورہی ہے، کوئی ملک جس کی جمہوریت پر بنیاد ہو، جو جمہوری ہو، اس کے بغیر نہیں چل سکتا، حقیقت پسند حکومتیں اس بات کا اہتمام کرتی ہیں، کہ ان کے ایوان قانون ساز میں ایک حزب مخالف رہے، ایک اپوزیشن پارٹی ہو، تا کہ اس کے ذریعہ حکومت کو اپنی خامیاں معلوم ہوتی رہیں، اور اس کو ملک کی آبادی کو زیادہ مطمئن کرنے اور مطمئن رکھنے کا موقعہ ملتا رہے، اس لیے ہم اپنی حکومت سے شکایت کریں گے اور سو بار کریں گے، اور اس کو اس پر فخر ہونا چاہئے کہ ہمارے ملک میں شکایت کرنے کا حق ہے، یہ حق سلب نہیں کیا گیا ہے، ہمیں اپنی آواز بلند کرنے کا حق ہے، ہم اسی میں ملک کی فلاح سمجھتے ہیں، وہ ملک خطرہ میں ہے جہاں زبان بندی کا قانون نافذ کیا جائے، جہاں کسی کو کراہنے اور آہ کرنے کی اجازت نہ ہو، اس لیے ہمارے اس ملک کا یہ افتخار، ہمارے اس ملک کی یہ خصوصیت، باقی رہنی چاہئے، ہم ہمیشہ اپنے آئین ساز بھائیوں سے اور ارکانِ حکومت سے، انتظامیہ (Administration) اور حکمراں جماعت سے شکایت کریں گے۔

لیکن جب ہم اہل حکومت اور برادران وطن سے شکایت کرتے ہیں تو ہمیں آپ سے شکایت کرنے کا حق کیوں نہ ہو؟ ان سے شکایت کریں گے اور ان کا دامن پکڑیں گے، لیکن آپ کا گریبان پکڑ لیں گے، اور وہ ہاتھ ہمارا نہیں ہوگا، وہ دینی احتساب کا ہاتھ ہوگا، وہ شریعت کا ہاتھ ہوگا جو آپ کا گریبان پکڑے گا، اور کہے گا کہ پہلے تم اپنے گریبان میں منھ ڈال کر دیکھو کہ تم اس قانون پر کتنا چلتے ہو، تمہاری نگاہوں میں اس قانون کی کتنی حرمت ہے؟ تم جہاں اس قانون کو چلا سکتے ہو وہاں چلا رہے ہو کہ نہیں؟ تم تو اپنے گھروں میں اس قانون کو نہ چلاؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہارے قانون کو چلائے، اس کا احترام کرے۔

میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں، یہاں سے یہ عہد کر کے جائیے کہ اب قانون شریعت پر چلیں گے، یہ جہیز کی کیا مصیبت ہے؟ لڑکے والوں کی طرف سے مطالبات کی ایک لمبی چوڑی فہرست پیش ہوتی ہے، شرائط پیش کئے جاتے ہیں، ان کے پورا نہ ہونے پر یہ معصوم لڑکیاں جلا دی جاتی ہیں، ملک میں سیکڑوں واقعات پیش آتے ہیں، صرف دہلی میں ہر بارہ گھنٹے پر ایک نئی بیاہی دلہن کو جلا کر مارڈالا جاتا ہے۔ (قومی آواز دہلی، ۱۰ رجون ۱۹۸۴ء)، کیا اس کائنات کے خالق اور نوع انسانی کے مربی (جس کی مخلوق مرد وعورت دونوں ہیں) کو یہ چیز گوارا ہوسکتی ہے؟ کیا اس ظلم کے ساتھ کوئی ملک معاشرہ پنپ سکتا ہے، خدا کی رحمت ونصرت کا مستحق ہوسکتا ہے؟ آپ رحمۃ للعالمین کی امت ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کی ہمت نہیں ہونی چاہئے تھی، میں نے دہلی کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (سورۃ الانفال:۳۳)

اور خدا ایسا نہ تھا کہ جب تک تم ان میں تھے انہیں عذاب دیتا، اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور انہیں عذاب دے۔

رحمۃ للعالمین کا وجود موجود ہے، آج رحمۃ للعالمین ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن رحمۃ للعالمین کی امت موجود ہے، آپ رحمۃ للعالمین کی امت ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے ہندوستانی سماج میں، ہندوستان کے معاشرہ اور سوسائٹی میں یہ ظلم ہو، اس کو عقل قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، آپ کے ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں ہونا چاہئے تھا، چہ جائیکہ آپ کے ہاتھوں ہو، عہد کیجئے کہ آپ اسلامی طریقہ پر شریفانہ انسانی طریقہ پر، شادی کا پیام دیں گے، آپ لڑکی مانگیں گے، اپنے لیے رفیقہ حیات کی تلاش کریں گے، بیٹے کے لیے پیام دیں گے، جہیز کے لیے آپ کے بڑھے چڑھے مطالبات نہیں ہوں گے کہ ہمیں یہ ملنا چاہئے، وہ ملنا چاہئے، لڑکوں کو اور ان کے وارثوں اور بزرگوں کو اس کا عہد کرنا چاہئے کہ ہم اپنے یہاں تو کیا، ہم اس ملک سے اس رسم کو ختم کریں گے۔

ایسا ہی ترکہ شرعی طریقہ پر تقسیم ہونا چاہئے، نکاح شرعی طریقہ پر ہونا چاہئے اور عورتوں کی بیویوں کی تعداد وہی ہونی چاہئے جو شریعت میں بیان کی گئی ہے، طلاق کا مسنون طریقہ معلوم کرنا چاہئے، مسنون اور افضل طریقہ کیا ہے؟ پھر اس کے بعد فقہی طلاق جس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے،

اس کو سمجھنا چاہئے کہ طلاق رجعی کیا ہوتی ہے؟ طلاق بائن و مغلظہ کیا ہوتی ہے؟ پھر اس میں طلاق کو آپ یہ سمجھیں کہ طلاق ابغض المباحات ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جائز ہے لیکن آخری درجہ کی چیز ہے، بڑی مجبوری کی چیز ہے، جو اپنے کو حرام چیزوں سے اور زندگی کو تلخ بننے سے بچانے کے لیے بہت مجبوری سے دل پر پتھر رکھ کر اختیار کی جاتی ہے، یہ نہیں کہ طلاق ایک فیشن ہوگیا ہے، جو لوگ مسلمانوں کو یہ طعنہ دیتے ہیں اس میں تھوڑی سی ہماری کوتاہی کو بھی دخل ہے، جتنا طعنہ دیتے ہیں، اتنے کے مستحق تو ہم ہرگز نہیں ہیں (مسلمانوں میں طلاق کی شرح وہ نہیں ہے جو بیان کی جاتی ہے، اس میں مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے، پھر بھی تھوڑی سی بے اعتدالی ضرور ہے۔) ہم جانتے ہیں کہ یورپ میں کیا ہوتا ہے؟ وہاں کا معاشرہ کس طرح برباد ہو رہا ہے، وہاں ساری عمر ناجائز طریقہ پر جنسی تعلق قائم رکھنا جائز ہے، کوئی اس کو نہیں ٹوکتا، لیکن طلاق دینا معیوب ہے، اور اس میں ہزار دقتیں ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ہم اپنے قانون سے ہرگز شرمندہ نہیں، ہم اس کے ایک ایک نقطہ کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہیں، ہمارے علماء نے اس پر ایک کتب خانہ تیار کر دیا ہے "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام" ندوۃ العلماء لکھنؤ، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ اور مسلم پرسنل لا بورڈ کا مرکزی دفتر واقع مونگیر برابر لٹریچر شائع کرتا رہتا ہے، عربی میں تو پوچھنا ہی کیا، اس میں علامہ عباس محمود العقاد، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی عورتوں کے حقوق پر اور اسلام میں عورتوں کے درجہ پر ایسی معرکۃ الآراء کتابیں نکل چکی ہیں، جن کی مثال نہیں مل سکتی، اور اس کے علاوہ بھی انگریزی میں اور مغربی زبانوں میں کام ہوا ہے، کوئی شخص ہم سے آنکھیں ملا کر کہدے کہ اسلام کا عائلی قانون ظالمانہ ہے، ہم اس سے پوچھیں گے کہ اس نے کیا پڑھا ہے؟ اس نے کتنی کتابیں پڑھی ہیں، کتنا وقت صرف کیا ہے، محمڈن لا کے مطالعہ میں؟ ہم اس کا امتحان لیں گے، ہم اس کو بغیر امتحان لئے نہ چھوڑیں گے، ہم پوچھیں گے کہ تم طلاق کو کیا جانتے ہو؟ تم ترکہ کے متعلق کتنا جانتے ہو؟ اس لیے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ جو چاہا وہ منھ سے نکال دیا، یہ پریس کا زمانہ ہے، یہ ابلاغ عامہ کے ذرائع کا زمانہ ہے، دنیا میں کوئی آدمی کہیں الگ تھلگ نہیں رہتا ہے، ساری دنیا گھر آنگن بنی ہوئی ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ یورپ میں کیا ہو رہا ہے، امریکہ میں کیا ہو رہا ہے، اب علماء بھی ایسے نہیں رہے کہ آپ ان سے کہئے کہ آپ جانتے نہیں زمانہ کدھر جا رہا ہے، آج علماء بیسیوں جدید تعلیم یافتہ حضرات سے زیادہ جانتے ہیں، کہ زمانہ کدھر جا رہا ہے، معترضین آئیں، ہم سے باتیں کریں، اپنا عائلی قانون سامنے رکھیں، اور یورپ و امریکہ کا ترقی یافتہ سے زیادہ ترقی یافتہ قانون سامنے رکھیں، اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ آپ جس سے چاہیں کہہ دیں کہ آپ جانتے نہیں ہیں، اگر کوئی کہے گا، تو ہم اس کا امتحان لیں گے کہ آپ کو کہنے کا حق ہے کہ نہیں، آپ (Qualified) ہیں کہ نہیں، اس کے بعد پھر ہم آپ کی بات توجہ سے سنیں گے۔

تو بھائیو! ہم اپنے قانون سے ہرگز شرمندہ نہیں، ہم یہاں نہیں بلکہ واشنگٹن میں، پیرس میں، لندن میں، نیویارک میں، آپ کہیں سمینار منعقد کریں، ۱۹۵۱ء میں پیرس میں وہاں کی جامعات (Universities) اور فضلاء و ماہرین قانون کے زیر اہتمام فقہ اسلامی کا ہفتہ منایا گیا، اس میں مشرق وسطی کے فاضل ترین علماء و ماہرین قانون اور پروفیسر صاحبان بھی مدعو کئے گئے، وہاں کے بڑے بڑے جیورسٹ، بڑے بڑے قانون دانوں نے اور اعلیٰ درجہ کے پروفیسروں نے برملا کہا کہ اسلامی فقہ ہمارے قانون سے زندگی کے بہت سے شعبوں میں ابھی بہت آگے ہے، انہوں نے کہا کہ فلاں چیز میں حنفی قانون تک ابھی ہم نہیں پہونچے، اور فلاں شعبہ میں حنبلی فقہ کو ہم نہیں پہونچے، معاملات میں، بیوع میں، ملکیت کے معاملہ میں، شہادت کے مسائل میں فلاں فقہ تک ہم ابھی تک نہیں پہونچ سکے، ۱۸۵۷ء کے کچھ بعد کے زمانہ میں (جب علی گڑھ میں .M.A.O کالج قائم ہوا تھا) سمجھا جاتا تھا کہ دین کی نمائندگی کرنے والے دنیا سے بے خبر ہیں، اب سب پردے اٹھ چکے ہیں، اب سب کو سب کا کچا چٹھا معلوم ہے، ہمارے اسی مجمع میں ایسے لوگ موجود ہیں، جو ایک بار نہیں، پانچ پانچ بار اور دس دس بار یورپ جا چکے ہوں گے، ہم احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہیں، ہم فخر کرتے ہیں، اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسے اعلیٰ درجہ کے قانون سے نوازا ہے۔

حضرات! اسی لہجہ میں اور اسی خود اعتمادی کے ساتھ ہم اپنے غیر مسلم فاضل بھائیوں سے بات کریں گے، لیکن ہم آپ سے دوسرے لہجہ میں بات کریں گے، آپ ہمارے بھائی ہیں، آپ کا ہم پر حق ہے، ہمارا آپ

پر حق ہے، آج آپ نے ہمارے پیچھے نماز پڑھی ہے، تو آپ ہماری بات بھی سنئے اور غور کیجئے کہ آپ اپنے گھروں میں، اپنی عائلی زندگی میں اس قانون پر کتنا عمل کرتے ہیں، آپ اس قانون کو توڑیں اور دوسروں سے کہیں کہ وہ جوڑیں، یہ انصاف کی بات نہیں، ان سے ہم نہیں کہیں گے کہ ہمارے مسلمان توڑتے ہیں، یہ ہم آپ سے کہیں گے، حقیقت حقیقت ہے، صداقت صداقت ہے، ضرورت ضرورت ہے۔

میرے بھائیو! آپ مجھے معاف کریں، میرے آپ کے صوبہ سے بہت قریبی تعلقات ہیں، میرے بزرگوں نے آپ کے خطہ کا دورہ کیا ہے، یہاں انہوں نے اپنا پسینہ بہایا ہے، یہ وہ کلکتہ شہر ہے جب حضرت سید احمد شہیدؒ کا قافلہ یہاں آیا (۱۲۳۶ھ-۱۸۲۱ء کا واقعہ ہے، قافلہ میں جو دریائے گنگا کے راستہ سے درمیانی شہروں اور قصبات میں تبلیغ ودعوت کا کام کرتا ہوا، تین مہینے سے زائد مدت میں کلکتہ پہونچا تھا، سات سو کے قریب آدمی تھے، جو کلکتہ سے حج کے لیے روانہ ہونے آئے تھے، تین مہینے اس مبارک قافلہ کا قیام کلکتہ میں رہا۔) تو یہاں کے شراب کے ٹھیکیداروں نے سرکار انگریزی کو جس کا کلکتہ کیپٹل اور سیاسی مرکز تھا، درخواستیں گزاریں کہ جب سے یہ قافلہ آیا ہے اس وقت سے ایک آدمی بھول کر بھی ہمارے شراب خانوں میں نہیں آیا، ہم ٹیکس نہیں ادا کرسکتے، حکومت نے اس سلسلہ میں تحقیقات کیں، معلوم ہوا کہ واقعی جب سے شمالی ہند کی طرف سے یہ قافلہ آیا ہے اس وقت سے لوگوں نے شرابیں چھوڑ دی ہیں، ہزاروں، لاکھوں آدمیوں نے توبہ کرلی ہے، اور ان شراب خانوں کی بکری بند ہوگئی ہے، تو کہا گیا کہ اچھا اس وقت ادا نہ کرو، لیکن قافلہ کے جانے کے بعد ہم پھر دیکھیں گے کہ اگر اس کے بعد بھی مسلمان شراب نہیں لیتے، نہیں پیتے تو ہم معاف کردیں گے، ورنہ تمہیں دینا پڑے گا، سید صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو معلوم ہوا کہ بہت سے لوگوں نے بغیر نکاح کے عورتوں کو اپنے گھروں میں بٹھا رکھا ہے تو ایک مستقل کام یہ تھا کہ نکاح پڑھائے جاتے تھے، اور توبہ کرائی جاتی تھی، اور ازدواجی تعلقات شرعی طریقہ پر قائم ہوتے تھے، یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی جگہ نکاحی عورتوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے، جس کے دل میں جتنا آتا ہے، عورتوں کو اپنے گھروں میں ڈال لیتا ہے، شرعی پردہ کا رواج بھی بہت کم ہے، یہ کمزوریاں مختلف علاقوں میں تھیں، ہمارے مصلحین، شریعت کے نمائندے اس کے خلاف صف آرا ہوئے، اور کوششیں کیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "سرسید احمد شہیدؒ" جلد اول، ص: ۳۱۵-۳۲۰)، آج پھر مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ ہم اس بات کا مطالبہ کریں گے کہ تمام غیر شرعی رسوم، جاہلیت کی تمام رسمیں اور خاص طور پر یہ کہ ہم نے بجائے اپنے برادران وطن کو اسلام کی نعمت اور اس کا تحفہ دینے کے ہم نے ان کی جو کمزوریاں ان سے لی ہیں، ان کمزوریوں کو واپس کریں، ان سے کہیں کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیجئے، آپ کے یہاں بیوائیں کس حال میں زندگی گزار رہی ہیں، آپ کے یہاں نکاح ثانی نہیں ہے، آپ کے یہاں ترکہ نہیں ہے، آپ کے یہاں عورت کو ملکیت کے حقوق حاصل نہیں ہیں، اور آپ ہم سے کہتے ہیں کہ تمہارا قانون ظالمانہ ہے، تم اپنے قانون کی اصلاح کرو۔

حضرات! میں آپ کو داد اور شاباشی دیتا ہوں کہ آج پہلی مرتبہ میں نے یہ دیکھا کہ نماز کے بعد مجمع پھر آگیا، اور اسی طریقہ سے بیٹھا، یہ ایک تاریخی ریکارڈ ہے، میں آپ کی، بنگال کے مسلمانوں کی، کلکتہ کے مسلمانوں کی تعریف کرتا ہوں کہ آپ پھر نماز پڑھ کر ایسے آگئے، جیسے آپ گئے ہی نہیں تھے، اللہ تعالیٰ آپ کے اس جذبہ کو اور آپ کے اس دین کے شوق کو قائم رکھے، لیکن مبارک ہوگا یہ جلسہ، تاریخ ساز ہوگا یہ جلسہ، اور ساری محنتیں وصول ہیں آنے والوں کی، بلانے والوں کی، اور خرچ کرنے والوں کی، اگر آپ یہ طے کرلیں کہ خلاف شرع رسمیں اب ہمارے گھر میں نہیں رہیں گی، اور ہم شریعت کے قوانین پر چلیں گے، تو پھر دیکھئے گا، کہ آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ دلوں میں انقلاب پیدا کردے گا، آپ کے قانون میں مداخلت کی کوئی آواز نہیں اٹھے گی، لیکن جب تک کمزوری خود ہمارے یہاں ہے آواز اٹھتی رہے گی، اس آواز کے اٹھنے کا جواز نہیں، میں صاف کہتا ہوں، ہم اگر کچھ بھی کریں جب بھی کسی جمہوری ملک میں اس کا جواز نہیں کہ ہمارے بنیادی اور مذہبی حقوق پر دست درازی کی جائے، لیکن آپ کو خود اپنی اصلاح پہلے کرنی چاہئے، اصلاح گھر سے شروع ہوتی ہے، میں ان الفاظ پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

۞۞۞

متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء-ایک جائزہ

حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ (سابق جنرل سکریٹری بورڈ)

متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء The Adoption of Children Bill کے متعلق یہ مختصری تحریر بل کی تمام دفعات کا ملکی مفاد کے پیش نظر جائزہ نہیں ہے۔ نہ بل کے قانونی شکل میں آجانے اور اس کے نفاذ کے بعد معاشرے میں پڑنے والے اثرات پر تبصرہ ہے۔ اس تحریر کا مقصد صرف ان بنیادی اور اہم باتوں کی واضح نشاندہی ہے۔ جن کی وجہ سے یہ بل اپنے اندر کوئی خاص افادی پہلو نہیں رکھتا لیکن اسلامی قانون سے ٹکراتا ہے اور مسلم پرسنل لا کو متاثر کرتا ہے۔

بل کا مقصد:

اس بل کا جائزہ اس نتیجہ تک پہونچاتا ہے کہ بل کا مقصد یہ ہے کہ:

(۱) ان بچوں کیلئے مناسب گھر اور خاندان کے نظم کی راہ نکل سکے جو نادار اور خبر گیری سے محروم ہیں۔

(۲) یہ بل تبنیت کے لئے ایک ایسا قانون وضع کرنا چاہتا ہے جس کا اطلاق تمام فرقوں پر ہو سکے۔

(۳) اور اس بل کے قانونی شکل میں آجانے کے بعد اس قانون سے فائدہ اٹھانے والوں کے درمیان عملی اعتبار سے حقیقی رشتہ کا معاملہ ہوگا۔

نادار بچوں کی خبر گیری:

(۱) نادار اور خبر گیری سے محروم بچوں کی حفاظت اور کفالت کا معاملہ یقیناً بہت اہم ہے اور اس نیک ارادے کو صحیح راہوں سے پورا بھی ہونا چاہئے۔ ایسے بچوں کیلئے کوئی ایسی راہ نکالنا نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے۔ جس کے ذریعہ وہ بچے اچھی تربیت، بہتر تعلیم اور روشن مستقبل کے مالک بن سکیں۔ لیکن یہ جائزہ لینا ہوگا کہ کیا اس طرح کے قوانین (جو ابھی بل کی شکل میں ہیں) ملک بھر میں پھیلے ہوئے ان گنت قابل رحم بچوں کے مسئلہ کا حل بن سکیں گے!

ماضی کا تجربہ:

۱۹۵۶ء میں HINDU ADOPTION & MAINTENENCE ATC. پاس ہوا تھا۔ اس قانون کا تعلق ملک کی سب سے بڑی اکثریت سے ہے۔ قانون سازوں کے ذہن میں یہ بات رہی ہوگی کہ اس قانون کے ذریعہ خبر گیری سے محروم ہندو بچوں کا مسئلہ حل ہو سکے گا اور ان کے ساتھ پھیلی ہوئی ناانصافیوں کا دروازہ ایک مدت تک بند ہو جائے گا۔ لیکن اعداد و شمار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس قانون سے پہلے اور قانون کے بعد بچوں کے گود لینے کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہاں جو بچے گود لئے گئے ان کو قانونی تحفظات ضرور حاصل ہو گئے۔ اس طرح موجودہ بل اگر قانون کی شکل اپناتا ہے تو اس سے متبنّٰی بچوں کو (مذہب اور فرقہ کے فرق کے بغیر) کچھ تحفظات مل جائیں گے۔ مگر خبر گیری سے محروم بچوں کی حفاظت اور کفالت کے تناسب میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ اور وہ مقصد پورا نہیں ہو سکے گا جس کا تذکرہ اسباب و اغراض کی توضیح کرتے ہوئے پہلے پیراگراف میں کیا گیا ہے۔

"TO PROVIDE PROPER HOMES AND FAMILIES FOR ABANDONED. DESTETUTE AND NEGLECTED CHILDREN"

۱۹۵۶ء کے مذکورہ ایکٹ کے تجربہ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ ۱۹۷۲ء کا متبنی بل ایکٹ بن جانے کے بعد قابل رحم بچوں کی حالت میں کوئی قابل لحاظ تبدیلی نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ ۱۹۵۶ء کا قانون یا

موجودہ بل ۱۹۷۲ء قابل رحم بچوں سے براہ راست تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا تعلق ان بچوں سے ہے جنہیں گود لیا جا چکا ہے۔ خواہ وہ بچے خبر گیری سے محروم اور نادار ہوں یا نہیں!

گود لینے والوں کا جذبہ:

اس موقع پر یہ بھی غور کر لینا مناسب ہوگا کہ گود لینے والے کس جذبہ کے تحت بچوں کو گود لیتے ہیں۔ ایسے افراد مشکل سے نظر آئیں گے جنہوں نے کسی کی غربت پر ترس کھا کر بے گھر کو گھر والا بنانے کے لئے اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے بچوں کو سینے سے لگانے کے لئے گود لیا ہو۔ جو افراد گود لیا کرتے ہیں ان کی بہت بڑی اکثریت صرف اولاد کی کمی کو دور کرنے اور بچوں سے محرومی کی کسک کو مٹانے کیلئے کسی کو گود لیا کرتی ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عام طور پر نادار، بے گھر، مفلس اور قابل رحم بچے گود نہیں لئے جاتے خاندان ہی کے کسی بچہ کو گود لیا جاتا ہے۔ اور اکثر خاندانی رشتہ کو نیا رنگ دے کر ایک فطری جذبہ کی تکمیل کی کوشش کی جاتی ہے۔

غیر ملکی حضرات کے سامنے کچھ اور مقاصد بھی ہوا کرتے ہیں مگر عام طور پر ناداری اور افلاس کسی کو گود لینے کا سبب نہیں بنا کرتے اس لئے یہ بل قانون کی شکل میں آجانے کے بعد قابل رحم بچوں کے درد کا مداوا نہیں بن سکتا۔

بچوں کا مسئلہ حل ہونا چاہئے:

یہ حقیقت ہے کہ ملک میں غریبی اور بے روزگاری بڑھ رہی ہے پچیس سالہ کوششوں کے باوجود آمدنی کے اوسط کے مقابلہ گرانی کا اوسط زیادہ بڑھا ہے۔ اور مفلسی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ موجودہ حالات میں ملک کے بگڑتے ہوئے اقتصادی ڈھانچہ کے سدھرنے اور پھیلی ہوئی غریبی کے سمٹنے کے امکانات دور دور نظر نہیں آتے۔ ملک کی موجودہ اقتصادی صورتحال کا لازمی نتیجہ خبر گیری سے محروم بچوں کی تعداد میں اضافہ ہے۔ اس بڑھتی ہوئی تعداد کو متبنّٰی قانون کے ذریعہ قابل ذکر حد تک بھی کم نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایسی کوئی توقع نہیں ہے کہ ایسے خوش قسمت بچوں کی تعداد ایک فیصد بھی ہو سکے گی جن کا مستقبل اس طرح کے قوانین کے ذریعہ کسی نیک انسان کے ساتھ مکمل وابستگی سے ''یقینی'' اور ''تابناک'' ہو سکتا ہو۔ اس لئے ایسے بچوں کے لئے کوئی یقینی اور نفع بخش راہ نکالنی ہوگی۔ اور ایسی شکل پیدا کرنی ہوگی کہ ان کی آرزوؤں کی کلی مرجھا کر نہ رہ جائے۔

متبنّٰی اسلام کی نظر میں:

(۲) اس بل کا دوسرا اہم مقصد ''تبنیت'' کیلئے ایسا قانون وضع کرنا ہے۔ جسکا اطلاق تمام فرقوں پر ہو سکے، اس طرح اس بل کی بنیاد پر بنا ہوا قانون ہر مذہب اور رواج کے پابند ہندوستانیوں پر یکساں طور سے نافذ ہوگا، ظاہر ہے اس میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے تبنیت ایک غلط رسم ہے جسے اسلام نے ختم کر دیا ہے۔ اور اس طرح کے مصنوعی رشتوں کو ناقابل قبول قرار دیا ہے، قرآن میں تبنیت کی رسم کو ختم کرتے ہوئے فرمایا گیا،

ماجعل ادعیائکم ابنائکم ذالکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل، ادعوھم لا بآئھم ھو اقسط عنداللہ فان لم تعلموا اٰبائھم فاخوانکم فی الدین و موالیکم (احزاب: ۴، ۵)

ترجمہ: لے پالک تمہارے بیٹے نہیں ہیں۔ ان کو بیٹا کہنا تمہارے منہ کی ایک بات ہے۔ اور اللہ تو سچی بات ہی کہتا ہے اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔ لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو کہ اللہ کے یہاں یہی پکا انصاف ہے۔ اور اگر تم ان کے آباء کو نہیں جانتے ہو تو وہ لے پالک دین میں تمہارے بھائی اور رفیق ہیں۔

یہ آیت کسی بچہ کو گود لینے کی رسم کی صراحۃً مخالفت کرتی ہے اور مصنوعی رشتوں کو حقیقی سمجھنے سے روکتی ہے۔ باپ اور ماں کے تبادلہ کے بجائے قرآن کے نقطۂ نظر سے بچوں کو حقیقی ماں باپ کی طرف منسوب کیا جانا چاہئے۔ اور اگر کسی کا باپ معلوم نہ ہو تو اس کے لئے کسی مصنوعی باپ کو تلاش کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسے بے پناہ بچے لوگوں کی نگاہ کرم کے زیادہ محتاج ہیں اس لئے قرآن نے جذبۂ انسانی کو بیدار کرنے کی خاطر ایسے بچوں کو ''دینی بھائی'' قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان دوستی اور رفاقت کا رشتہ ہے۔ اس انداز بیان سے یہ وضاحت بھی ہوتی ہے کہ ایسے بچوں کی دیکھ بھال کرنی چاہئے اور

معاشرہ میں نیکی اور بھلائی کے عنصر کو ابھار کر ایسا مزاج بنانا چاہئے کہ مصنوعی رشتوں کے بغیر انسانی جذبۂ ہمدردی کی وجہ سے ایسے بچے دردر کی ٹھوکریں نہ کھائیں، اور رفیق اور بھائی ہونے کے ناطے ہر شخص ان کا خیال رکھے۔

مذکورہ آیت سے واضح ہے کہ تبنیت کا سلسلہ قرآن کی ہدایت کے خلاف ہے اور قرآن متبنّٰی (Adopted Child) کو صلبی اور حقیقی اولاد قرار دینے سے روکتا ہے۔

اس واضح آیت کی موجودگی میں کسی طرح بھی درست نہیں ہے کہ قانون تبنیت کا تعلق مسلمانوں سے بھی جوڑ دیا جائے۔

مصنوعی رشتوں کی وجہ سے حقدار کو محروم نہیں کیا جاسکتا:

اس بل کا تیسرا اہم مقصد یہ ہے کہ متبنی اور متبنّٰی لینے والوں کے درمیان حقیقی رشتہ کا معاملہ کیا جائے۔ یعنی اگر کسی بچہ کو متبنّٰی بنایا گیا تو وہ بچہ متبنّٰی بنانے والے کی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی تمام امور وحالات میں حقیقی بچہ متصور ہوگا۔ اور اس کی حیثیت قانونی شادی سے پیدا شدہ اولاد کی ہوگی۔

(الف) زندگی میں دوسروں کی مدد کرنا بہت اچھا کام ہے۔ اسلام نے اس کی بڑی ہمت افزائی کی ہے۔ لیکن یہ اچھا اور نیک کام اس حد تک ہونا چاہئے کہ دوسرے حقدار اور وہ لوگ جن کی کفالت کسی شخص پر عائد ہوتی ہے۔ اس ''نیک کام'' سے ''متاثر نہ ہوں'' زندگی میں کوئی ایسی راہ اختیار کرنا اسلامی نقطہ نگاہ سے جرم ہے، جس کے نتیجے میں اس شخص کے انتقال کے بعد وارثین اپنے حقوق سے محروم ہوجائیں۔

متبنّٰی بل اور قانون وراثت:

(ب) دوسری چیز یہ ہے کہ اسلام نے مستقل وراثت کا قانون بنادیا ہے۔ اور وارثین کے حقوق اور حصے متعین کردیئے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کو متبنّٰی بناتا ہے تو اس کے نتیجہ میں دوسرے وارثین کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور مصنوعی اولاد خونی رشتوں کے ذریعہ ملنے والی میراث میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلام کے قانون وراثت کا پورا ڈھانچہ منہدم ہوجاتا ہے۔

مثلاً اگر کسی شخص کو بچہ نہیں ہے اور اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے والدین زندہ ہیں تو مرنے والے کے متروکہ مال میں سے والدین کا حق قرآن نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

فان لم یکن له ولدو ورثه ابواه فلأ مه الثلث (النساء:۱۱)

ترجمہ: اگر اس کے بچہ نہیں ہے اور ماں، باپ اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کا تہائی حصہ ہے۔

یا کسی مرنے والی کے اولاد نہیں ہے تو بھائی اس کا وارث قرار دیا گیا ہے۔

وهو یرثها ان لم یکن لها ولد (النساء:۱۷۶)

ترجمہ: اور وہ بھائی وارث ہوگا اگر بہن کو بچہ نہ ہو۔

کسی مرنے والے کو بچہ نہ ہو تو بیوی کا حصہ چوتھائی مال ہوگا۔

ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد (النساء:۱۲)

ترجمہ: اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے اس مال میں سے جسے تم نے چھوڑا ہے۔ بشرطیکہ تمہیں بچہ نہ ہو۔

یہ چند مثالیں جن میں بتایا گیا ہے کہ بچہ نہ ہونے کی شکل میں ماں، بھائی اور بیوی کا کیا حصہ ہوگا۔ اب اگر زیر بحث بل کو قانونی حیثیت حاصل ہوجائے تو متبنّٰی حقیقی اولاد کی حیثیت اختیار کرے گا۔ اور ماں، بھائی اور بیوی (یا اس طرح دوسرے حقداروں) کے حصے کم یا ختم کرنے ہوں گے۔ کیوں کہ اولاد کی موجودگی میں ان حقداروں کو اسلامی قانون وراثت کے مطابق کم حصہ ملا کرتا ہے۔

اسی طرح تبنیت کے قانون پر عمل کرنے کے نتیجہ میں مذکورہ آیات کی صریح مخالفت ہوگی اور حقداروں کی حق تلفی ہوگی۔

یہ اختیاری قانون عملاً اضطراری ہوگا!

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ بل قانون کی شکل میں آنے کے بعد گرچہ اختیاری رہے گا۔ اور کسی شخص کو متبنّٰی بنانے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ گود لینا فرد کا انفرادی عمل ہوگا۔ لیکن یہ اختیار جب عملی شکل میں سامنے آئے گا تو بہت سے لوگوں کے لئے جبر بن جائے گا۔ اور انفرادی اختیاری عمل سے دوسرے کے حقوق نئے قانون کے ذریعہ

پامال ہوں گے۔ اس لئے اس طرح کے قوانین گرچہ بظاہر اختیاری معلوم ہوتے ہیں۔ مگر برتنے کے وقت بہتوں کے لئے اضطراری ہوجائیں گے۔

مثلاً کسی شخص نے ایک بچہ کو گود لے لیا ہو تو موجودہ بل کے مطابق اس شخص کے مرنے کے بعد وہ بچہ اس شخص کا وارث ہوگا۔ اور اس کے ماں، باپ، بھائی بہن کو اس بچہ کے نہ ہونے کی شکل میں جو حصہ مل سکتا تھا نہیں ملے گا۔ حق تلفی کی وجہ صرف یہ ہوگی کہ اس شخص نے اپنے قانونی اختیار کو استعمال کرکے بچہ کو گود لے لیا تھا۔ ظاہر ہے اس کے عمل میں اس کے ماں، باپ، بھائی بہن کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مگر اپنے کسی عمل کے بغیر ان کے حقوق پامال اور حصے کم ہوں گے، اس طرح یہ اختیاری قانون ماں باپ وغیرہ کے حق میں لازمی اور اضطراری نتائج سامنے لائے گا۔

اس لئے یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے متروکہ مال کا کسی کو (خواہ وہ گود لیا ہوا بچہ کیوں نہ ہو) حقدار بنا دیتا ہے تو یہ اس کا اپنی دولت کے ساتھ نجی معاملہ ہے۔ اسلام نے متروکہ مال کا پورا ضابطہ متعین کردیا ہے اور مرنے والے کو اپنے مال کے ایک تہائی حصہ میں وصیت کا اختیار دیا ہے۔ اگر وہ اس سے زیادہ کیلئے کوئی وصیت کرتا ہے تو یہ وصیت دوسروں کے ساتھ زیادتی ہوگی جسے اسلام نے قبول نہیں کیا ہے۔

متبنّٰی بل اور قانون نکاح:

تیسری چیز یہ ہے کہ یہ مسودہ قانون اسلام کے قانون نکاح کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اسلام نے ان عورتوں کی فہرست بتادی ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ اس فہرست کے سوا تمام عورتوں سے نکاح درست قرار دیا گیا ہے لیکن اس مسودہ قانون میں متبنّٰی کو حقیقی اولاد بنادیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں ان رشتوں میں بھی نکاح حرام ہوجائے گا جن رشتوں کی بنیاد پر حقیقی اولاد کے لئے رشتہ نکاح ممنوع تھا۔ اور وہ رشتے جن میں اسلام کے قانون نکاح کے مطابق نکاح درست تھا۔ اس مسودہ قانون کی رو سے وہ رشتے حرام ہوجائیں گے۔ مثلاً کسی شخص نے اجنبی بچہ کو گود لے لیا اس شخص کو اگر کوئی بچی ہے تو اس مسودہ قانون کی بنیاد پر اس بچی سے اس بچہ (متبنّٰی) کا کبھی بھی نکاح نہیں ہوسکے گا۔ جب کہ اسلامی قانون کے مطابق ان دونوں میں رشتہ نکاح قائم کرنا بالکل درست ہے۔ اس طرح یہ مسودہ قانون اسلام کی فہرست محرمات کے سوا ایک اور فہرست محرمات بھی متعین کردیتا ہے۔ اور قانونی شکل میں آجانے کے بعد یہ قانون گود لئے بچوں کو مجبور کریگا کہ وہ اسلام کی بنائی ہوئی فہرست محرمات کے سوا قانون کی متعین کی ہوئی فہرست محرمات کا بھی پورا احترام کریں۔

یہ طریقہ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو غلط پابندیوں میں جکڑتا ہے اور ایک مسلمان بچی کو اس شخص سے نکاح نہ کرنے کا حکم دیتا ہے جس سے نکاح کرنے کی اجازت اسلام نے دی ہے۔ مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں پورے اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسودہ قانون اسلام کے مختلف صریح قوانین وضوابط سے ٹکراتا اور مسلم پرسنل لا کے ایک اہم حصہ کو پورے طور پر مجروح کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہ مسودہ قانون ملک میں پھیلے ہوئے بے شمار نادار خبرگیری سے محروم قابل رحم بچوں کے لئے کوئی سہارا نہیں بن سکتا۔

مسلمانانِ ہند کا نقطہ نظر:

انہیں وجوہ کی بنا پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن منعقدہ ۲۷/۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء (بمبئی) نے اپنی قرارداد نمبر ۲ میں یہ اعلان کیا کہ یہ اجلاس متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء کو اپنی موجودہ شکل میں قانون شریعت میں مداخلت سمجھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے اور پھر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ورکنگ کمیٹی منعقدہ ۴/۵/جولائی ۱۹۷۳ء (الہ آباد) نے متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء سے متعلق مسلم پرسنل لا کنونشن کی منظور شدہ تجویز کو دہرایا۔ میں بھی متبنّٰی بل ۱۹۷۲ء سے متعلق پارلیمنٹ کی جوائنٹ کمیٹی کے سامنے مسلم پرسنل لا کنونشن (بمبئی) اور ورکنگ کمیٹی مسلم پرسنل لا بورڈ کی تجویز کی مکمل تائید کرتا ہوں، اور مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر اس بل کو اپنے بیان کئے گئے مقصد میں غیر مفید، ناکام، اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف، شریعت اسلامیہ کے قانون وراثت کو درہم برہم کردینے والا اور مسلم پرسنل لا کو مجروح کرنے والا سمجھتا ہوں۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق متبنّٰی بل کو ایسی شکل دے کہ اس کے اثرات سے مسلم پرسنل لا محفوظ رہ سکے۔

۞۞۞

انصاف خود انصاف چاہتا ہے

مولانا سید محمد ولی رحمانی (سکریٹری بورڈ، مونگیر)

ہندوستان میں انصاف کے اداروں کا وقار واعتبار بلند ہے، اورعدلیہ پر عام آدمی کو بھروسہ ہے، لیکن ایسی کئی چیزیں جمع ہوتی جارہی ہیں، جس کے نتیجہ میں ہماری جمہوریت کا یہ پروقار کھمبا بھی ہلنے والا ہے، ''عام آدمی'' کی پیشانی کی سلوٹیں اس وقت بہت ابھریں، جب جسٹس ایس پی بھروچا نے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے معزز ججوں کے بارے میں اعلانیہ تبصرہ کیا، کہ بیس فیصد جج بھرسٹ (چور) ہیں، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے جی بالا کرشنن نے اس تبصرہ کی یہ کہکر توثیق ہی کردی کہ ''یہ اعداد وشمار مبالغہ آمیز ہیں''۔

عدالتوں کی راہداری میں جسٹس حضرات کے جو قصے سننے کو ملتے رہتے ہیں، ان سے عدالتوں کے اعتماد کو ٹھیس لگتی ہے، حال کے برسوں میں ہائی کورٹس کے چند جسٹس حضرات کے واقعات نے ''عدالتی عظمت'' کو بٹہ لگایا ہے، عام آدمی کی زبان بھی کچھ آنے لگا ہے اور کچھ لوگ یہ بھی سوچنے لگے ہیں کہ بہت سے قانون داں ''جسٹس'' بن سکتے ہیں، اور بنتے ہیں، مگر وہ عوام اور معاملات سے ''جج'' نہیں کرتے اور انصاف کے ساتھ انصاف نہیں کرتے!

یہ معاملہ تو اصلاً افراد کے بگاڑ اور کردار کی کمزوری کا ہے—جج صاحبان کی علمی لیاقت کی کمی بھی کبھی انصاف تک پہونچنے میں رکاوٹ بنتی ہے اور سب کچھ جاننے کا احساس بھی بہت سے مسائل پیدا کرتا ہے، عدالتی ایکٹوازم بھی ایسا شوق ہے، جو فیصلوں کو بعض دفعہ زبر سے زیر کردیتا ہے، یہ سارے معاملات جب یکجا نگاہ میں ہوتے ہیں، تو ججوں کے طریق انتخاب پر انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں—ابھی حال ہی میں اتر پردیش ہائی کورٹ میں ستر (۷۰) جسٹس بنائے گئے، عدلیہ کی تاریخ میں ایسی بھرتی کی تاریخ نہیں ملے گی، (پھر بھی چالیس جگہیں خالی ہیں) یہ بھرتی اس لحاظ سے بھی اہم ہے، کہ الہ آباد ہائی کورٹ (شاخوں سمیت) میں کل ۵۰؍جسٹس کام کررہے تھے، ۱۶۰؍جگہیں خالی تھیں۔

مرکزی وزیر جناب اجیت سنگھ نے اخباری بیان کے ذریعہ توجہ دلائی، تو بھرتی کی کارروائی تیز ہوئی، کہنے والے کہتے ہیں، کہ ''دبنگوں'' کے دباؤ میں ۷۰؍جسٹس کی بحالی ہوگئی، اس تبصرہ کی صداقت قابل تحقیق ہے، مگر ۷۰؍کی لانبی فہرست میں ایک بھی مسلمان نہیں ہے—اس تبصرہ سے تو یہی نکلتا نظر آتا ہے کہ مسلمانوں میں یا تو کوئی اس ''درجہ کا دبنگ'' نہیں ہے، یا عدلیہ، انتظامیہ اور حکومت نے طے کرلیا، کہ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے پیش نظر مسلمانوں کے اعداد وشمار کو ٹھیک کرلیا جائے——واضح رہے کہ سچر کمیٹی رپورٹ میں تذکرہ ہے کہ دوسری ملازمتوں کے مقابلہ ''عدلیہ'' میں مسلمانوں کا تناسب کچھ بہتر ہے۔

یہ تو رہی بحالی میں ناانصافی—نچلی عدالت سے لے کر اوپر کی عدالت تک مقدمات کے جتنے انبار پڑے ہیں، ان کی صورتحال بڑی نازک ہے، سپریم کورٹ میں فیصلہ کے لیے جتنے مقدمات پڑے ہیں، اور جس رفتار سے فیصلے ہوتے رہے ہیں، اگر سپریم کورٹ کے معزز جسٹس حضرات کی تعداد دوگنی کردی جائے، تب بھی دس سال سے زیادہ لگ جائیں گے، پھر کہیں جاکے لوگوں کو انصاف مل سکے گا، اور حال کے دس سال میں پھر کتنے مقدمات سپریم کورٹ میں جمع ہوتے جائیں گے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

ہماری عدالتوں کا ''انصاف کرنے'' میں وقت لگانے کا بھی ریکارڈ رہا ہے، معزز سپریم کورٹ نے جس فیصلہ تک پہونچنے میں سب سے زیادہ وقت لیا، اس کی مدت ۱۳۶/سال ہے!— اس کی وجہ وکلاء کی وقت برباد کرنے کی تدبیر اور مدعی اور مدعا علیہ کی حکمت بھی ہے، وجہ جو بھی ہو، بات عدالت کی رفتار تک پہونچے گی— اس رفتار کو ٹھیک کرنے کے لیے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب احمدی صاحب نے کئی تدبیریں کی تھیں، جن کے اثرات بھی ظاہر ہوئے، اور فیصلوں کی رفتار تیز ہوئی، مگر ضرورت پورے سسٹم میں باحوصلہ ترمیم اور فیصلہ کرنے والوں کی کارکردگی کی ٹیکنیکل مونیٹرنگ کی ہے— جب وزیر قانون جناب ویرپا موئیلی تھے، انہیں عدالتی نظام کی خرابیوں کا اندازہ بھی تھا، اور وہ اس سسٹم میں مناسب ترمیم کے لیے پرعزم بھی تھے، مگر عدالتوں نے ''حکومت'' کے کان میں نہ جانے کیا کہا، وزیر قانون جناب ویرپا موئیلی دوسری وزارت میں روانہ کردیئے گئے، اور انصاف دینے والوں کی تدبیر سے انصاف بیچارہ ہوکر رہ گیا۔

انصاف میں دیر کی ایک بڑی وجہ ہائی کورٹس میں جسٹس حضرات کی دیر سے بحالی بھی رہی ہے، پچھلے برسوں میں حکومتوں نے انصاف کی رفتار کو تیز کرنے کی کوشش کی اور انصاف دینے کے کئی ادارے بنائے، ویوہارنیایالے، کنزیومرفورم، فاسٹ ٹریک کورٹ، ہولی ڈے کورٹ اور ان جیسے اداروں سے انصاف کی رفتار یقیناً تیز ہوئی ہے، حق داروں کو حق ملا ہے، مگر انصاف نہ ملنے کا شکوہ اور مقدمہ باز مزاج کی وجہ سے معاملہ ہائی کورٹ پہونچ جاتا ہے، پھر وہاں برسوں کے مرحلے— وطن عزیز کے ہائی کورٹس پر پچھلے مقدمات کا اتنا بوجھ ہے کہ ان سے سنبھالے نہیں سنبھل رہا ہے، پھر ہائی کورٹس میں ججوں کی کمی بھی بڑا مسئلہ ہے، ۳۱/دسمبر ۲۰۱۲ء تک معزز جسٹسوں کی تقریباً ایک تہائی کرسیاں خالی تھیں، ملک بھر کے ہائی کورٹس میں ججوں کے ۸۹۵/منظور شدہ منصب ہیں، جن میں ۶۱۳/جسٹس کام کررہے ہیں، اور ۲۸۲/جسٹس کی کرسیاں خالی پڑی ہیں— اتنی بڑی تعداد میں اہم منصب کا خالی رہنا انصاف کے لیے اچھی علامت نہیں کہی جاسکتی!

انصاف میں تاخیر کی ایک بڑی وجہ عدالتوں کا طریقہ کار اور مزاج بھی ہے— یہ معاملہ صرف سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کا نہیں ہے، نچلی عدالتوں کی ذہنی گرہیں، انصاف کے لیے بڑے مشکلات کھڑی کرتی ہیں— اعظم گڈھ ضلع کے نظام آباد کے باشندے جناب لال بہاری کا مردہ ہونا اس کی ایک مثال ہے، وہ مرچکے ہیں، اس کی اطلاع انہیں ۳۰/جولائی ۱۹۷۶ء کو ملی، بحث سے پہلے عدالت میں عدالتی طریقہ کے مطابق انہیں پکارا جاتا ہے، تو لال بہاری مرتک (مرے ہوئے) کہہ کر پکارا جاتا ہے، پھر ان کی غیر حاضری لگتی ہے، لال بہاری کو لانبی قانونی جنگ کے بعد اعظم گڈھ کی انتظامیہ نے ۳۰/جون ۱۹۹۴ء کو ''زندہ'' مان لیا، مگر عدالت میں ان کی ''زندگی'' التواء میں ہے، اور زندہ ہونے کا کافی ثبوت شاید عدالت کے لیے ناکافی ہے، اپنی زندگی کے ثبوت کے طور پر انہوں نے سابق وزیر اعظم وی پی سنگھ اور راجیو گاندھی کے مقابلہ الیکشن بھی لڑا، زندگی کے ثبوت کے طور پر لال بہاری صاحب نے یوپی اسمبلی میں ۹/ستمبر ۱۹۸۸ء کو پرچے پھینکے مگر عدالت کی نظر میں یہ ''شہادت'' زندہ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے— لال بہاری صاحب عدالت میں جنگ تو لڑ رہے ہیں، انہوں نے ایک انجمن بھی بنالی ہے، ''مرتک سنگھ'' (جیتے جی مردوں کی جماعت)

انصاف کرنیوالوں کی بھی کچھ قانون، کچھ پروسیجر (طریقہ کار) کی مجبوری ہوگی، تبھی ''زندہ انسان'' عدالت کو زندہ نظر نہیں آرہا ہے، مگر اس ''دردناک طریقہ کار'' کے پہلو سے کئی حقائق جنم لیتے ہیں، اور ایسا لگتا ہے، کہ ہندوستانی عدلیہ کی شاندار روایت اپنی جگہ مسلم، پھر بھی انصاف خود انصاف چاہتا ہے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلم پرسنل لا کنونشن ممبئی

۲۷/۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء

کی

جھلکیاں

مرتب

وقارالدین لطیفی